UNIVERSAL LIBRARY
OU_222762
UNIVERSAL LIBRARY

۱۷۲۴۲ ۸۹۱۵۴۳۱۰۲
م - م ہنر قاضی غلام علی
مثنوی تحفہ اعظم

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۳۱۰۲ م ۸۹۱۵ م۔ م Accession No. ۱۷۳۴۳

Author میرتاجی غلام علی

Title مثنوی تحفہ اعظم

This book should be returned on or before the date last marked below.

ال ۶۶۶۶

Checked 1975

مثنوی تحفۂ اعظم

Checked 1975

فہرست تحفۂ اعظم صفحہ

Checked 1969

Checked 1975

حق تعالیٰ کی حمد میں ۱
آنسرور کی نعت میں ۳
مصنف کی مناجات میں ۶
سخن کی تعریف میں ۷
نواب غوث خان کی مدح میں ۸
شہر سبا کے بادشاہ فرخ نژاد کے خدا سے اولاد چاہنے میں ۱۴
بادشاہ کے یہاں خجستہ لقا لڑکی پیدا ہونے میں ۱۸
خجستہ لقا کے لئے باغ ترتیب کرنے میں ۲۹
خجستہ لقا کے جوان ہونے میں ۳۵
جادوے ہند نام کی ڈومنی کا ہند سے خجستہ لقا کی مجلس کے درمیان آنے میں ۳۹
خجستہ لقا کا جادوے ہند کے نزدیک ہند کے شہزادۂ ہمایوں مزاج کی تصویر دیکھنے اور اسیر عاشق ہونے میں ۴۵
خجستہ لقا کا اپنے حسب حال غزل پڑھنے میں ۶۱

فہرست تحفۂ اعظم صفحہ

خجستہ لقا کا آفت عشق کے اندر گرفتار ہونے میں ۶۲

خجستہ لقا کو جادوے ہند کے دلاسا دینے اور اُسکے معشوق کے لانیکے اقرار کرنے میں ۶۸

جادوے ہند کا ہند کی طرف روانہ ہونے میں ۸۰

جادوے ہند کا ہند میں بعذر تجارت کی دوکان لگانے میں ۸۴

ہند کے بادشاہ کو فرزند ہمایوں مزاج کے پیدا ہونے اور الگ ایک باغ کے اندر چودہ برس تک حفاظت سے پرورش پانے میں ۸۸

جادوے ہند کا کل کے صبا سیر گھوڑے کو شاہ ہند کے روبرو پیشکش لیجانے اور شاہ کا اُس گھوڑے کو شہزادے کے نزدیک بھجوانے میں ۹۰

ہمایوں مزاج کا صبا سیر گھوڑے پر سوار ہوکر جادوے ہند کی دوکان پر آنے اور وہاں خجستہ لقا کی تصویر دیکھکر اُسپر عاشق ہونے اور جادوے ہند کے ساتھ پرستانکو جانے میں ۹۲

بادشاہ ہند کو ہمایوں مزاج کے گم ہونے کی خبر پہنچنے اور پریشان حال ہوکر جستجو کروانے میں ۱۰۰

فہرست   تحفۂ اعظم   صفحہ

خجستہ لقا کو زاغ کے مژدہ دینے اور جادوئے ہند کا ہمایوں مزاج کو ساتھ لانے میں ۱۰۴

جادوئے ہند کا ہمایوں مزاج کے ساتھ خجستہ لقا کی ملاقات کروانے میں ۱۱۰

خجستہ لقا کا ہمایوں مزاج کے ساتھ وصال ہونے میں ۱۱۸

خجستہ لقا کی ماں زہرہ جبیں کا دونو کو وصال کے حال میں دیکھنے اور ہمایوں مزاج

افسوں پڑھکے اڑانے اور خجستہ لقا کو قید کرنے میں ۱۲۲

ہمایوں مزاج کا دریائے مواج سے جنگل کے کنارے پر پہنچکر بھٹکنے میں ۱۲۶

ہمایوں مزاج کا کسی فقیر روشن ضمیر کے باغ کی سمت پہنچنے میں ۱۳۱

ہمایوں مزاج کا فقیر روشن ضمیر کی خدمت میں حاضر ہونے اور اسکے وسیلے سے دونوں کی شادی ہونے میں ۱۳۴

ہمایوں مزاج کا خجستہ لقا کے ساتھ عیش کرنے اور جادوئے ہند کو بلوانے میں ۱۴۵

ہمایوں مزاج کا خجستہ لقا کو ساتھ لیکر اپنے والدین کی خدمت آنے اور نئے سرے سے

پھر انھوں کی شادی ہونے اور عیش و عشرت کرنے میں ۱۴۸

یہہ مثنوی مصنف کی طرف سے نواب کے منظور نظر ہونے میں ۱۵۲

مثنوی کی تاریخوں میں ۱۵۳

تمام شد

هو العزیز

مثنوی همایون مزاج و خجسته لقا

المسمی تحفهٔ اعظم

طرفه این نامه که مجموعهٔ بهار چمن است
باغی از سنبل و نسرین و گل یاسمن است

عطر پرورده هم از بوی خوشش انجمن است
تازه از زخم دل و اشک تر و خون من است

بخلاصهٔ زبدهٔ تسمیه چنانست که

این گلدستهٔ چمن و هدیهٔ انجمن را موسوم بتحفهٔ اعظم نموده

بر سبیل تبلیغ تحایف دعا و ترسیل وظایف ثنا

ببارگاه سلیمان جاه بندگان عالی جناب نواب اعظم اعظم الامرا والاجاه

امیر الهند مختار الملک سراج الدوله محمد غوث خان بهادر بهادر جنگ نواب دار العلم سن

المتخلص اعظم اعظم الله تعالی شانه واتم علیه نواله واحسانه گذرانید

مولفه اضعف عباد الله الصمد الباری قاضی غلام علی مهر المتخلص علی ساکن بندر معمور منبی

درینولا حسب خواهش شایقان همایون تبار و راغبان خجسته اطوار .

بندهٔ درگاه مجیب قاضی محمد ابراهیم خطیب که نسبت خواهر زادگی و شاگردی از مولف موصوف

میدارد این مثنوی را در مطبع فضل الدین ککر در سنه ۱۲۶۲ هجریه مطابق سنه ۱۸۴۶ عیسویه بلباس طبع پوشانید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آن مبدعی کہ کون و مکان را بنا نہاد
در کان سینہ لعل سخن بے بہا نہاد

لکھا نام حق پہلے بہرِ شگوں — قلم نے بدیباچہ کاف و نون
یہ ہیبت سے اُسکی گئی لاکھ سال — رہا سربسجدہ ہو مفتون ولال
اُتھا لوح سے پھر جبین نیاز — لگا کہنے ای خالق جانواز
ہی کیا تاب ناخ نیستانکی — کرے سیر تیرے گلستانکی
ہو فضل تیرا اگر دستگیر — تو عاجز ہی بیشک زبان صریر
عجب ذات پاک اُسکی بیکیف ہی — بجز فرق سائی یہاں حیف ہی
نہیں کوئی اُس بیچگونکا شریک — ازل سے ابد تک وہ ہی لاشریک

اُسی سے ہی موجود ہر ذی وجود
عبادت میں ہیں اُسکی کُل در سجود

وُہ مالک ہی ہر بود و نابود کا
وُہ حاکم ہی معدوم و موجود کا

ہی وحدت سے کثرت تک اُسکا ظہور
ہر یک شی میں ہی جلوہ گر اُسکا نور

لے ذرّہ سے مہ تا بماہی تمام
ہیں لامع زِ نورِ الٰہی تمام

نہ گلشن سے ہوا اُسکے فایز کبھو
نہ ممکن کرے گُل سے پرواز بو

ہی ثنا خوان پہ مرقوم اُسکی صفت
ہر یک برگ ہی دفترِ معرفت

نہ مست اُس سے تنہا چمن زار ہی
کہ مخمور وحدت سے ہر خار ہی

خموشی ہی ناطق گلونکی یہاں
ہی ساقط زباں بلبلونکی یہاں

ہر یک دشت دشت اُسکی ہی بو سے مست
ہر یک کاہ سے سُن صدائے الست

ہی ظاہر میں گر بے زباں ہر گیاہ
زباں پر ہی پر اُسکی ذکرِ الٰہ

سدا عاشقونکا وُہی جان ہی
یقیں عارفونکا وُہ ایمان ہی

وُہی حافظ عالمِ کون ہی
کِسو کا سوا اُسکے پھر کون ہی

رگِ جاں سے گرچہ ہی نزدیک تر
یہ ہیں کنہ سے اُسکی سب بیخبر

معمّا خرد سوز ہی یہ عجب
ہیں ہم دور اُس سے وہ ہم سے قریب

عجب کھیل ہی اُسکی قدرت کا سب
ہیں ڈوبے ہوئے بحر میں تشنہ لب

دلوں میں ہی دل اُسے نا آشنا ۔ وہ ہی جان و جاں اُسے ہی در نوا
مُنزہ عجب ذاتِ سبحان ہی ۔ مبرّا خیالوں سے ہر آن ہی
نہیں دم زنی کا ہی یارا یہاں ۔ ورائے شرع ہی نہ چارا یہاں

سوا دینِ احمد کے اَی نیک پی
نہووے حجاب اس منازل کے طی

آن مرسلے کہ پائے بیک گام زد ایں ۔ [illegible] ز انبیا نہاد
قلم کوں ہوا پھر یہہ حکم اِلٰہ ۔ کہ لکھ نام احمد بصد عز و جاہ
ہوں ہیبت سے تفتیدہ جانِ قلم ۔ ہوئی ہی دو پارہ زبانِ قلم
کیا سر بسجدہ تب اُس نے سوال ۔ یہہ ہی کوں اَی خالقِ ذوالجلال
کہ ہی قربت اُسکی مولا کے ساتھ ۔ کہ ہمسر ہی اس نام اعلا کے ساتھ
پڑی کان میں اُسکے تب یہہ ندا ۔ نہ معشوق سے ہی وہ عاشق جدا
احد اور احمد میں یک میم ہی ۔ یہی فرق از بہرِ تعظیم ہی
وہ ہی میم سرحلقۂ کاف و نوں ۔ ہی آئینۂ قدرتِ بیچگوں
محمدؐ وہ نورِ آفرینش کا ہی ۔ اُسی سے ظہورِ آفرینش کا ہی
خدائی میں ہیں گرچہ لاکھ انبیا ۔ کسی ذات سے اُسکی نسبت ہی کیا

وہ براقِ فطرت مہ تابناک
نہ آدم سے آب آشنا اور خاک

رکھا اشہبِ جاہ نے اسکے سم
پڑی گوشِ ہستی میں آوازِ قم

نہ کام آئے جبریل کے لاکھ پر
کہ ہو اُسے عنقا کا وہ ہمسفر

مکاں لامکاں کر چکا ہی وہ طی
پلائی اُسے وصل کی حق نے مے

صفِ انبیا کا وہ ہی پیشوا
کھڑے اُس کے در پر ہیں سب بے نوا

جو در کا ہی یک اُسکے ادنی خدم
ہی جم سے فزوں اُسکا جاہ و حشم

غلاموں کا اُسکے لکھوں کیا کمال
کہ جنّت میں ہی پاے کوباں بلال

جو منہہ کوئی گر اُسسے پھیرے کہیں
بجز نار اُسکا ٹھکانا نہیں

محمّد بشر ہی نہ جبّار ہی
یہ جبّار کے گھر کا مختار ہی

یہہ آیت سناتا ہوں اس ثنا میں
کہ ظاہر فقد صغا ہی قرآن میں

ہی مالک کو مملوک کی اپنے چاہ
یہہ ہی عبد محرم زسرِّ اِلٰہ

اگر دعوا دارِ خدائی نہیں
خدا سے پر اُسکو جدائی نہیں

بنایا ہی اُسکے لیئے حق نے سب
ظہورِ خدائی ہی اُسکے سبب

چمن زارِ قدرت کے سب خار و گل
ہوئے اُسکے باعث سے موجود کل

جو کچھ ہی نہاں اور ہویدا تمام
ہوا اُسکی الفت سے پیدا تمام

وہی نور ہی ارض و افلاک کا
وہی مہر ہی اوج لولاک کا

نہ وہ غیر حق ہی نہ وہ عین ہی
مکاں اسکا در قاب قوسین ہی

وہ ہمراز بے شک ہی اللہ کا
ہی کشور کشا لی مع اللہ کا

وہی تیر ہی اور وہی ہی کمان
کہ ہی ما رمیت اذ رمیت اسکی شان

بھی قرب اسکا نت قرب اللہ ہی
دلیل اس پہ یحببکم اللہ ہی

رسائی ہی اسکی کہیں سے کہیں
کسو کی وہاں تک رسائی نہیں

وہ ختم رسالت ہی شاہ امین
کہ ہی ملک محمود زیر نگیں

جہت سے اسی کی بصد یاوری
ملی انبیاؤں کو پیغمبری

ہر یک انبیا اسکا محتاج ہی
یقیں سب کا وہ دُرّۃ التاج ہی

وہی کشور قرب کا شاہ ہی
کہ عرش اسکا نقش قدم گاہ ہی

سراپا تھا یک اسکا نور صمد
تھا سائے سے دور اسلئے اسکا قد

ہوئی کفر کی اس سے نابود بود
گرے اسکے آتے ہی بت در سجود

شرف اسکی دعوت سے پائی جہاں
ہوا ہی ہر یک سنگ تسبیح خوان

جلالت سے اسکی بدور سپہر
نکل باہر آیا ہی مغرب سے مہر

جو انگلی سے اسنے اشارہ کیا
فلک پر قمر کو دو پارہ کیا

پھر جب وہ نکلا ہے از کانِ درج — گرے خاک پر طاقِ کسریٰ سے برج
گئی عرش تک اسکی عزت کی دھوم — شیاطیں پہ گرنے لگے ہیں نجوم
قبول اسکی دعوت درختوں نے کی — نثار اس پہ جان نیکبختوں نے کی
فدا اس پہ کر جان و گھر بار سب — ہوئے ہیں وے مقبولِ جبار رب
انھیں اہل ایمان سے الخصوص — ہی صدیق اکبر ریاضِ خلوص
عمر جو ہر تیغِ اسلام تھا — فدا ختمِ مرسل پہ مادام تھا
تھا عثمان بھی صدقے بصد مال و زر — ہوئی ریش تک خون سے اسکی تر
علی کر فدا جان بصد عز و جاہ — تھا خوابیدہ بر مسندِ خوابگاہ
سوا انکے یکسر جو اصحاب ہیں — وجوب انکے ہم سب پہ آداب ہیں

درود اس رسالت کے گوہر پہ ہے
اور اسکے تمام آلِ اطہر پہ ہے

خوش ساعتے کہ بہرِ مناجات بندہ — چون خامہ فرقِ عجز براہِ خدا نہاد

الٰہی بحقِ محمد رسول — باصحاب و ازواج و آل و بتول
مجھے دین و دنیا میں عزت سے رکھ — معزز سدا جاہ و حرمت سے رکھ
بھی راہی مرے تن سے جب جان ہو — تو ہمراہ تب زادِ ایمان ہو

مرتب یہہ جسکے لیئے ہی کتاب
سدا اُسکو دولت سے رکھہ کامیاب

دعا مختصر کر چکا ہوں تمام
ہو مقبول بہر نبی والسلام

جنس گران بہا بجہانیست جز سخن
ای کانِ فضل بحرِ عنایت سخا بہا

پلا ساقیا می جو بے مول ہو
ہمیشہ جواہر کے ہم تول ہو

کھلے جسکے پینے سے باب سخن
جہاں تاب ہو آفتاب سخن

سخن مطلع صبح جاوید ہی
سخن مشرق مہر امید ہی

ہی مادام شمع سخن کی ضیا
ہی تا حشر روشن سخن کا دیا

سخن کے ہیں چشمے سدا نور بخش
سخن کا ہی رخشاں در آفاق رخش

سخن کا ہی نت سبز لالہ زار
سخن کا ہی گلشن ہمیشہ بہار

جو ہیں یوسف مصر نام آوری
ہی پاس اُنکے قدر سخن پروری

خرد مند ہیں آشنائے سخن
کہ ہیں نامدار از بقائے سخن

سخن کے طلبگار دایم ہیں شاہ
سخن کی امیروں میں رہتی ہی چاہ

نہ باقی رہی عمر اسلاف کی
یہ قایم ہی ذکر اُنکے اوصاف کی

نہ جاوید امیر و سلاطیں رہے
نہ اہل سخن سحر آئیں رہے

یہ نام انکا ہم رنگ خورشید ہی — اس عالم میں تا حشر جاوید ہی
نہ وہ رودکی اور شتر بار ہیں — یہ موصوف ساماں کے اذکار ہیں
کہاں عنصری اور صلہ کش وہ پیل — یہ ہی ذکر محمود دایم جمیل
زماہی نہ وہ عصر خاقانی کا — ہی مادام پر نام شروانی کا
نہ وہ سعد زنگی جہانبان ہی — یہ ذکر اسکا زیب گلستان ہی
قدرداں خزانے جواہر کے کھول — صلہ دے سخن لینکے رکھتے ہیں مول
جو نام آوری کا طلبگار ہو — وہ در سخن کا خریدار ہو

خدا ہی کا واجب ہی ہر دم سپاس
کہ قایم ہیں آفاق میں حق شناس

از انقلاب چرخ امان یافت ہر غریب — در ظل غوث خان بہادر ہمانہاد

امیر جہاں بخش والا جناب — کہ نواب اعظم ہی جسکا خطاب
مہ آسماں مہر گیتی پناہ — فلک احتشام و ملک بارگاہ
خدیو فلک جاہ سالار ملک — ندیم شہنشاہ مختار ملک
سراج دول مسند آرای ہند — وزیر جہاں فخر امرای ہند
جوان بخت آفاق گیر — خداوند حشمت امیر کبیر

انیس سلاطین ذی اقتدار / عیاں سایۂ لطف پروردگار
بہار گلستان انصاف و داد / چراغ شبستان اہل مراد
جہاں پرور و کامگار جہاں / در افسر افتخار جہاں
وہ ہی کون نواب گیتی ستاں / خداوند جاہ و حشم غوث خاں
ہے مدراس زیر نگیں اُس کے سب / کہ مشہور ہے دار علم و ادب
بدور امیر فلک اقتدار / بجا جس پر گردوں افتخار
یہہ ممدوح کی اُسکے توصیف ہے / کہ یک دن دو شالے دے سات سہی
یہ اس کان بخشش کا ہے یہہ مدار / کہ یکدن میں بخشے خزانے ہزار
قوی حوصلہ ہے نہ دل تنگ ہے / گہر اُسکی آنکھوں تلے سنگ ہے
ہے نوبت میں اُسکی یہہ لطف خدا / گرانی سے ہے دور خلقت سدا
جہاں ہو یہہ ابر کرم دُرفشاں / عجب کیا وہاں قحط ہو گم نشاں
کرم کے جہاں نت ہیں مفتوح باب / ٹکے لاکھ کا ہے وہاں کیا حساب
محلے محلے کسی کا ہے نام / یہ ہر شہر تک اُسکا ہے فیض عام
یہہ ہے وہ سخی ہیں سخی جسکے گرد / ہے نام اُسکا جان کریموں کا ورد
مجسم ہوا اُسکا جدم وجود / تھا پانی کے بدلے وہاں بحر جود

کرم سے نہو طبع کیوں خوش پذیر — کہ ہے جود و انعام اُسکا خمیر

کروں اُسکی بخشش کہاں تک رقم — ہے حاتم کا دل جسکے زیرِ قدم

عطا دیکھہ جسکی ہو گریاں سحاب — پھرے غرقِ دریا یہ خجلت کا آب

نظر آوے ہمت کا اُسکی جو اوج — رہے سر بگرداب حیرت سے موج

کرے گر بقلزم نگاہِ کرم — طلا پُشت ماہی کے ہوں سب درم

صدف اپنے کانوں سے سُن اُسکا نام — ہے منت سے نیساں کے فارغ مدام

دکھاوے جو نیساں کو فیضِ عمیم — پلیں بے صدف جگ میں دُرِّ یتیم

اُٹھاویں جو موتی یتیمی کا داغ — تو سائے تلے اُسکے ہوں شب چراغ

پری کاملوں کی ہے اُس پر نظر — کہ ہے تربیت میں یہہ اُسکی اثر

یہہ طرزِ عنایت کسے یاد ہے — خدا ہی کی یہہ محض امداد ہے

غریبوں کو بخشا ہے زر بے حساب — ہے نم اُسکے بحرِ کرم سے سحاب

جو در پر کبھیں اُسکے پہنچا غریب — ہوا مالدارِ جہاں عنقریب

نہ مطلب اُسے عیش و آرام سے — کہ مشتق کرم اُسکے ہے نام سے

کروں گر بیاں عدل و انصاف کا — تو دل کانپ اُٹھے برقِ شفّاف کا

ملاوے نہ پشّے سے خرطوم پیل — زبردست ہیں عاجزوں سے ذلیل

بستر دوں میں تھے وہ ہیں مشغولِ خواب / وہاں جا کے دیتے ہیں جو کی عقاب
اگر ماگھ کا بدلے بکری سے قول / تو جیتے کی اُسکے لگے سر پہ ڈھول
اُٹھے عدل میں اُسکے ظالم کے پیر / ہوا کو نہیں ایک تنکے سے بیر
دلِ آب آتش سے ہو گر طپاں / تو خاکستر اُسکا کرے گم نشاں
وگر آب سے تر ہو دامانِ خاک / کریں سنگ سینے کو نت اُسکے چاک
وگر سنگ مجروح ہو فی المثل / تو ماہی اُٹھاویں اُسے سر کے بل
نہو جبتلک حکم اُسکا صدور / پھرے بھاگتا دام ماہی سے دور
وگر دام ماہی پہ ہو بد نظر / نہنگ اُسکا پھینکے وہیں کاٹ سر
غرض عدل اُسکا بدورِ فلک / جہاں گیر ہے از سما تا سمک
کروں گر میں طورِ شجاعت رقم / تو ہوجاوے فولاد بازو قلم
سہامِ اجل اُسکا ہر تیر ہے / ظفر جوہرِ روے شمشیر ہے
بروزِ نبرد اُسکی توپیں سدا / یہہ کہتی ہیں دشمن سے جاء القضا
عدو کو نہ اُسکی نظر کی ہے تاب / اگر فی المثل ہے وہ افراسیاب
سُنے نام اُسکا جو روزِ مصاف / تو رستم گریزاں ہو تا کوہ قاف
زہے شیر افگن بمردی و زور / غلامی کرے جسکی بہرام گور

زبس صاعقہ بار دیکھہ اُسکی تیغ / گریزاں ہی برق اور نالاں ہی میغ
نگاہِ غضب سے جو دیکھے کہیں / اُٹھیں آب سے شعلۂ آتشیں
ہی بس پر یہہ حِلم اُسکا مانندِ آب / کہ توٹے نہ ہاتھوں سے اُسکے حباب
حیا اُسکے عالم سے ہی شرمگیں / تحمّل کا کِشور ہی زیرِ نگیں
تو کُل میں دیکھو تو ہی یک پہاڑ / رہا ہی قدم اپنی ہمّت کا گاڑ
لِکھوں اُسکے اخلاق کا کیا کمال / کہ ہی زیرِ گردوں عدیم المثال
نہ ویسا کہیں ہی حلیم و خلیق / بیانِ بدِ خلق کا ہی شفیق
شریعت طریقت پہ قایم ہی وُہ / حقیقت سے آگاہ دایم ہی وُہ
ہی یک معرفت میں وُہ دریا شعار / سخن اُسکے ہیں جوں دُرِ شاہوار
کروں علم و دانش کا کیا قیل و قال / جہاں دست بستہ ہیں اہلِ کمال
وُہ ہی خسروِ کشورستانِ علم / کہ سینہ ہی یک اُسکا بُستانِ علم
فصاحت بلاغت میں ہی بے نظیر / ہی مُلکِ سخن میں وُہ آفاق گیر
تعلّق سخن سے ہی اُسکو عجیب / کہ جوں گُل سے ہی نسبتِ عندلیب
قلم سے رواں دیکھہ نقشِ بدیع / ہی خو کردہ خجلت سے فصلِ ربیع
کرے طبع موجود دریا مثال / نوادرِ مضامین نوادرِ خیال

عبارات ہیں تختۂ گل فریب | اشارات ہیں چشمِ بلبل فریب
مضامین سب سحر آئین ہیں | کنایات خجلت دہِ چین ہیں
زمانے میں ہی آج یکتاے عصر | کروں کیا بیاں خوبیٔ نظم و نثر
سوادِ جہاں میں برنگ بہار | بیاض اُسکے شعروں کی ہی آبدار
متانت میں الفاظ ہیں سربلند | خیالات رنگیں ہیں خاطر پسند
حلاوت یہ جنکے کرے عش بات | رہے دنگ منہہ دیکھ آبِ حیات
ہر یک شعر اُس بحرِ عرفان کا | ہی مطلع فصاحت کے دیوانکا
سوا اُسکے جتنے ہیں یکسر علوم | رمل ہیئت و موسقی تا نجوم
ہر یک فن میں ماہر ہر یک شی میں طاق | ہی یکتا یہ منظر نہ رواق
اے کشورکشاے جہانِ کرم | گہر ریزِ بحر و کانِ کرم
چمن زار طاقت سے مشتِ گیاہ | کہ جس پر کریں خس سبک ترنگاہ
بنا اُسکو تحفہ بشوخی عجیب | رکھا ہوں ترے باغ کے لا قریب
نہ شوخی سے ہو میرے اب سرگراں | جہاں گل ہی سبزہ بھی ہووے وہاں
ہی ممکن کہیں گر چمن زار ہو | بر آمد وہاں بے سخن خار ہو
یہہ جیتا ہی یہہ دستۂ خار بند | کہ گر ہو کوئی حرف خاطر پسند

ملے اس بہانے سے گلشن میں جائے ‏ ‏ ‏ ‏ کرے صرف اوقات راحت فزائے
نہو عرض کرنے سے میرے ملول ‏ ‏ ‏ ‏ کیا مور کا جم نے تحفہ قبول
الٰہی جہانتک ہے قایم سپہر ‏ ‏ ‏ ‏ جہانتک درخشاں ہیں یہ ماہ و مہر
رہیں بخت نواب عالی جناب ‏ ‏ ‏ ‏ ہمیشہ بدور فلک کامیاب
فزوں اسکا کردم بدم اقتدار ‏ ‏ ‏ ‏ اگر ایک مانگے تو دے سو ہزار
یہہ اقبال و اجلال قایم رہے ‏ ‏ ‏ ‏ جہاں میں وہ خوشنود دایم رہے
رکھہ اولاد کو اسکے ما دام شاد ‏ ‏ ‏ ‏ سدا کام بخشے جہاں با مراد
رہے خیر خواہونکے گھر زینت خوشی ‏ ‏ ‏ ‏ ذلیل انکو کر جو کریں سرکشی

چمن زار دل کے یہہ سیراب ہوں
یہہ اشعار مقبول نواب ہوں

بشنو حکایتے کہ شہ کشور سبا ‏ ‏ ‏ ‏ فرزند خواہ رو بدر کبریا نہاد

کوئی شاہ ملک پرستان میں ‏ ‏ ‏ ‏ تھا سالار قوم بنی جان میں
وہ شہر سبا میں تھا آفاق گیر ‏ ‏ ‏ ‏ تھے ذی روح سب اسکے فرمان پذیر
سدا بخت و اقبال تھے خانہ زاد ‏ ‏ ‏ ‏ اسے لوگ کہتے تھے فرخ نژاد
جہاں تا جہاں اسکی حشمت کا دور ‏ ‏ ‏ ‏ قرین جلالت حکومت کا طور

لیئے ساتھ سب اپنی فوج سپا — تھا آفاق پیما با فوج ہوا
نظر کر یہ صولت کے آئین سب — تھے ہیبت سے لرزاں سلاطین سب
لیا اُسنے گردن کشوں سے خراج — دیا بادشاہوں نے عالم کے باج
خزانے بھرے دولت و مال سے — بہت کامیاب اپنے اقبال سے
سلیقہ عجب اُس کے شاہی کا تھا — کہ دلشاد ہر مرغ و ماہی کا تھا
نہ ممکن کوئی جگ میں ناشاد ہو — کسی مور عاجز پہ بیداد ہو
اُسے دیکھ غالب بدشمن کشی — نہ کی سرکشوں نے کبھو سرکشی
وہ آفاق میں صاحب عزم تھا — فروزندۂ آتش رزم تھا
لکھوں فوج کا اُسکے کیا میں نشاں — تھا دریائے مواج آتش فشاں
بہر سمت دیکھ اُنکا رفت و گذشت — کہے تو قیامت نے کی بازگشت
نہ ہوتی اگر فوج پابر ہوا — تو محجوب ہوتی زمیں زیر پا
خزانے بھرے مال سے بے شمار — وہ کوٹھے جواہر کے تھے صد ہزار
کروں کیا بیاں ہر جواہر کا رنگ — یہاں کے جواہر وہاں کے ہیں سنگ
کئی شہر رکھتا تھا زیر نگیں — تھا ہر شہر وسعت میں روئے زمیں
کھنچے گرد ہر یک کے طرفہ حصار — منقش بنقش طلسم آشکار

عمارات عالی مصفا تمام — عیاں جلوۂ نور تا سطح بام
روش ہر عمارت کی خاطر پسند — محل جنکی رفعت سے چرخ بلند
جو ادنی محل سب سے معیوب تھا — قصور ارم سے وہ مرغوب تھا
لگی تھی طلسمات کی سب میں کل — جہاں چاہئے ہو رواں ہر محل
در و بام میں اُنکے کچھ لاگ تھا — ہزاروں طرح کا بھرا راگ تھا
کہیں جاری کہیں عمارت پہ دھوپ — تو ہر سنگ سو سو دکھاتا تھا روپ
ہوا کا ہوا گر کہیں سے گذر — مہکتے تھے خوشبو سے دیوار و در
وہ گل بوتے دیوار و در کے سبھی — شگفتہ کبھی اور موندھے کبھی
غرض تھا وہاں عالم آرا طلسم — عمارات تھے یا تھا برپا طلسم
عمارات کے گرد سب لالہ زار — ہمیشہ قدم بوس جنکی بہار
ہر یک بوستاں نقل باغ بہشت — ہر یک گل شگفتہ چراغ کنشت
کہیں نہر جاری کہیں حوض آب — خجل جن سے سرچشمۂ آفتاب
بنا سنگ مرمر کا ہر راستہ — تھا گلکاریوں سے سب آراستہ
سدا گلرخوں کا وہاں ازدہام — رواں ہر پری زاد ماہ تمام
سر چوک جلوے دکھا کین کے — دکھا کیں تحفے ریاحین کے

تھے ساکن وہاں اہلِ حرفہ تمام | ہنرمندِ آفاق طُرفہ تمام

دُکانوں میں موجود تھی پاک و صاف | تمامی کے پردوں کا اُس پر غلاف

ہنرِ اوستادوں کا یکسر عجیب | سدا روز افزوں طلسمِ غریب

غرض شہر سب عالمِ نور تھا | سدا ماہ رویوں سے معمور تھا

پری زاد رہتے تھے یکسر وہاں | تھے سب مالدار و تونگر وہاں

یک آئیں سے سب کی تھی بود و باش | بہ رُتبے کے موجب ہر یک کی معاش

زبس شاہ عادل و بر غور تھا | کسو کا کسو پر نہ کچھ جور تھا

کوئی کِس سے شاغل نہ کینے کے ساتھ | تھا مربوط رشتہ قرینے کے ساتھ

مُعلّی وہ دولت سرا شاہ کی | تھی جھمکی جھلک جس سے نت ماہ کی

بھرا اُس میں رہتا تھا سامانِ عیش | محل سب تھے گویا گلستانِ عیش

مکیں ہر مکاں میں جو مستور تھیں | وے خجلت دہِ عالمِ حور تھیں

ستہ کامراں مہر گیتی نواز | تھا ساتھ اُنکے مشغول با عیش و ناز

یہہ سب کچھ تھا پر تھی نہ اولاد اُسے | سدا غم یہہ رکھتا تھا ناشاد اُسے

لگائے ہوئے رب سے نت دھیان تھا | طلبگارِ فرزند ہر آن تھا

کئی دن تک اُسنے مناجات کی | خدا سے طلب اپنی حاجات کی

پس از شغلِ دعواتِ شام و سحر — خدا نے دئے کھول مطلب کے در
ہوا ہی یہہ افضالِ رب کاملہ — ہوئی اُسکی زوجہ کو بھی حاملہ
ہوا شاہ کے دِل سے تب دورِ غم — لگی ہونے حاصل خوشی دم بدم

گیا حزن سینے سے کافور ہو
چمکنے لگا داغِ دِل نور ہو

مہ پارۂ ز مطلعِ امید شد طلوع — نامش پدر بلطف خجستہ لقا نہاد

پلا ساقیا مے بمینا سے گل — کہ عشرت کا دور آکے پہنچا ہی کل
بجاتی ہی زہرہ فلک پر رباب — وہ نکلے ہی اب برج سے ماہتاب
یہہ سنئے کہ نہ ماہ گذرے وہیں — ہوئی شہ کے گھر ایک لڑکی حسیں
عجب ماہ رخسار پیدا ہوئی — ہر یک حور دیکھ اسکو شیدا ہوئی
خجستہ وہ صورت نظر کر تمام — رکھا ہی خجستہ لقا سب نے نام
وہیں نذر گذرانیاں سب نے جا — کیا عرض ای سایۂ کبریا
مبارک وہ فرزند ہو نیک ذات — کہ ہی باقیاتِ ازل صالحات
یہہ سن مژدہ شہ نے باقبال و بخت — رکھا سر بسجدہ ببالاے تخت
پھر اُس بعد کر لب سے گوہر نثار — کہا لا بجا شکرِ پروردگار

نہ پیدا ہوا گرچہ فرزند زر — یہ آباد ویرا ہوا ہے یہ گھر
ہوا اِس سے روشن چراغِ سُرور — مرے دیدۂ دل نے پایا ہے نور
الٰہی اِسے کر تو عالی تمیز — پسر سے ہے مجھکو یہہ دختر عزیز
لیں نذریں خزانے کے کر باب باز — کیا سب کو انعام دے سرفراز
وہیں اہلِ کاروں کو فرما دیا — کہ آراستہ ہو وے دولت سرا
بچھیں فرش و قالیں تا بارِ عام — نوا ساز ہو جاویں حاضر تمام
تمامی کے دربا کریں سایہ بان — ستونِ طلائی پہ یکسر وہاں
جو اسبابِ عشرت کا درکار ہو — سبھی بے کم و کاست تیار ہو
لے نذریں اُسی دم صغیر و کبیر — ہوئے رونق افزاے سریر
کیا سب کو محظوظ انعام دے — سرافراز منصب سے ہر کام دے
وزیروں کو خلعت امیروں کو تاج — رعیت کو بخشا ہے یکسر خراج
جمی محفلِ عیش یک آن میں — پڑا شور و غل سب خیابان میں
بجی پہلے نوبت خوشی کی وہاں — اُٹھے ہیں دھمک اُس سے ہفت آسمان
وہ نقاروں کو گرم نقارچی — لگے کرنے اُسدم لگا اپنا جی
وہیں زیر و بم سے ملا پہلے تال — لگے صوت کے پھر دکھانے خیال

لگا بجنے اُس شان سے چو گھرا
گیا پھول دل جی خوشی سے بھرا

نہ چونیں رواں تھیں سوئے بیت و اوج
اُچھلتی تھیں دریائے شادی کی موج

نوا سُن کے تکو رو نکی اُس آن میں
چٹکنے لگے گُل گلستان میں

وُہ شہنا نوازانِ شیریں مقال
پُھلانے لگے پھول سے اپنے گال

وُہ سُن سُن نوا ہر یک پُردِتان
دیے کھول غنچوں نے تب اپنے کان

وُہ قرنے ہوئے ہم قرانِ خوشی
ہوئے ہمدمِ محفل دم کشی

نرُی کا سراپا ہوا صوتِ تن
دکھایا ہی بانکوں نے بھی بانکپن

ارا نا لگا بجنے باجوں کے ساتھ
ترانے کے پھیلے ہیں عالم میں ہاتھ

غرض شادیانے پرستان کے
تھے جتنے ہر یک سُر ہر یک تان کے

لگے گت پہ بجنے سبھی سر بسر
ہویدا تھا یکسر طلسمِ ہنر

ہر یک ساز سرمایۂ ہوش تھا
خوشی کا بھرا سب میں نت جوش تھا

اُسی جاہ و حشمت سے با احتشام
بجے شادیانے خوشی کے تمام

محل میں بھی تھا مہوشوں کا ہجوم
مبارک سلامت کی تھی صرف دھوم

ہوا حکم پھر اس طرح جاں نواز
کہ جتنے ہیں اس شہر میں اہلِ ساز

سبھی ہوویں حاضر بدربارِ عام
مہیا سبھی کچھ ہو با انتظام

یہ سن حکم یکبار اہلِ نشاط | لگے ہونے حاضر بصد انبساط
کوئی رتھ پہ بیٹھ اپنے آئی وہاں | کوئی کہہ اُٹھی ہے وہ گاڑی کہاں
کسو نے کہا نوکروں کو بلا | میاں سے میانا کوئی مانگ لا
کوئی اپنے ہاتھی پہ کسوا کے جھول | عماری پہ بیٹھی ہے عشرت سے پھول
کہیں تھا خیال اپنے انداز کا | کہیں دھیان انگیا و پشواز کا
کسو نے کہا یہ بُرا ہی ہوا | وہ گہنا یہاں سے پرا کیا ہوا
کہیں کس کی زلفوں میں اٹکی ہے جان | لبوں پر کہیں آگیا رنگِ پان
کسو نے وہ آئینہ لے مسکرا | پھرایا ہی زلفوں پہ شانہ ذرا
مقابہ کوئی کھولکر اس گھڑی | چراتی تھی مسّی کی لب پر دھڑی
ہر یک کے یہی دل میں تھی آرزو | نہ مجھ سی بنے کوئی بن ٹھن کبھو
غرض حسن تھا انکا عالم فریب | وہ سنگار سے اور پایا تھا زیب
ہوئیں جو سراپا وے آراستہ | ہوئیں غیرتِ ماہِ ناکاستہ
کروں اُنکے ملبوس کا کیا بیاں | قلم کی ہوئی لال اسدم زباں
وہ پشواز تن سے ملی تنگ و چست | کناری و گوٹے لگے سب درست
وہ اُبھری ہوئی چین یا موج تھی | کہ غارت گرِ عالمِ اوج تھی

وہ انگیا و کرتی وہ جوبن کا ڈول — دوبالا ہوا اُسسے بازو کا سڈول

نہ پوچھ اوڑھنی کا تو مجھ سے کمال — تھا ہرنا ہی حسن کا اُنکے جال

تلے اُسکے زلفوں کا عالم غضب — تماشا سحر غارتِ نیم شب

مِسّی ہی وہ مِسّی کی لب پر نمود — نمایاں شفق میں تھا چرخ کبود

جو آنکھوں میں کاجل کی تحریر تھی — ہرا ہو گویا پا بزنجیر تھی

وہ کانوں میں موتی کے بالے پڑے — تھے گردِ قمر جیسے ہالے پڑے

انگوٹھی وہ مکھڑے پہ نتھ کی پھبن — پڑا عکس چہرے پہ زیبِ دہن

لکھوں گر بہ تفصیل سب زیورات — تو گرکھیت ہو جاوے ہر ایک بات

غرض ہر کوئی عشوہ پرداز ہو — ز سر تا قدم جلوۂ ناز ہو

چلی آئیں محفل میں با احتشام — ہوا اُنکی کثرت سے یک اژدہام

وہ سازندے بھی اُنکے پہنچے ہیں ساتھ — قیامت تھی یا تھا ہنر اُنکے ہاتھ

وہیں بیٹھ کر سب وے چالاک و چُست — لگے ساز کرنے سب اپنا درست

غلافوں سے نکلے سرود اور بین — وہ قانون و سارنگیاں دل نشین

ملانے لگے سب وے سازوں کے سُر — لگا ہونے ہر تار نغموں سے پُر

جمی جب سُر اوت ہر یک ساز کی — رہی آبناوت پہ انداز کی

جو طبلوں کو ٹھیکا ہی بابونکے ساتھ
بہم گت سے پڑنے لگا اُس پہ ہاتھ

لگی تھاپ پر مردنگ کے گال پر
ہوئی رہنما پھر اُسے تال پر

یہہ عالم گویونکے ہر لاگ کا
سلام اور مجرا تھا اُس راگ کا

بنا ٹھاٹ جب اہلِ سازونکا گل
اٹھیں لالہ رخسار جوں شاخِ گل

سماں بن گیا ناچ اور راگ کا
لگی پھیلنے ہر طرف خوش صدا

ملے سُر دے سازونکے انداز سے
ٹپکنے لگا راگ ہر ساز سے

وے قانوں سرود اور سارنگیاں
دکھانے لگیں اپنی نیرنگیاں

طنبوروں نے سُر راگ سے پُر ہوئے
رُبابوں کے منہہ غیرتِ حور ہوئے

لگیں انگلیاں پھنکنے چنگ پر
لگی تھاپ پڑنے کو مردنگ پر

وہ بائیں وہ طبلے ہوئے گرم جوش
دھمک سر بسر آفتِ عقل و ہوش

پیالوں پہ بجنے لگا جلترنگ
ہوا ہی بھی سُندھری کا سب راگ رنگ

جو چھوتا ہی دیپک سے رہوار آگ
تو بہرہ تلک گرم تھی اُسکی آگ

کبد اور دھرپت نے دکھلائے تال
بھی تیتے و ٹھمری سے لے تا خیال

وہ عالم سماں کا عجب دل شکیب
کرشمے وہ خوبوں کے عالم فریب

نہ وہ ناچ تھا رقصِ طاؤس تھا
ویا جلوہ کبک پا بوس تھا

کیا ہے غضب ماہ پاروں نے بس
ادا نے لیا اُنکے ہاتھوں کو چوم
قیامت قدِ اُنپہ ہر آن تھی
بندھا سُر وہیں اُنکے آلاپ کا
نہ پوچھو اُس گھڑی حالت گتکری
نئے رقص نے اُنکے دکھلائے طور
ادائیں لگی ہونے ظاہر عجب
کنارے ہر سو درخشاں ہوئے
وہ لہرانا پشواز کا سو بسو
کبھو لے دُپٹّے کا سر پر نقاب
دکھا جعدِ مشکیں کبھو برملا
کبھو کج نگاہی سے کرنا نظر
ہر یک گت وہاں زیبِ قامت ہوئی
جُھکانے سے ہاتھوں کے ہر دل جھکا
کوئی گت پہ اپنے لگی جھوم نے

کیا قتل کافر نظاروں نے بس
جگر آگ کا ہو گیا اُسّے موم
وہ جادو بھری اُنکی ہر بات تھی
لگا ہلنے دل اُس سے ہر تھاپ کا
طلوعِ سحر تھی وہ جادو بھری
دکھایا ہے عشووں نے فتنے کا دَور
تھا گھٹنا طلسم اور بڑھنا غضب
کرشمے سبھی آفتِ جاں ہوئے
وہ انگیا کی چستی دکھانا کبھو
نہاں ہونا جوں ابر میں آفتاب
ہر یک دل کو کرنا اسیرِ بلا
غضب سے کبھو منہ پھرانا اُدھر
یہ ٹھوکر کے لگنے قیامت ہوئی
جو روکا اُسے پھر وہیں سے رکا
لگی نبضِ صبر کو تو م نے

سماں راگ کا کس نے ہاتھوں پہ لے / اُتارا ہے اُسکو فلک سے تلے
کہیں مار پھونکر کسو نے ذرا / دیا اُس سماں کو سما پر اُڑا
کوئی ہوکے سنگیت سے مست حال / دکھانے لگی ریلو میں خیال
کتھک کے کوئی فن میں باآب و تاب / لگی ناچنے گت بفرقِ حباب
ظہورِ سحر ہر طلسم اُنکا تھا / گویا نخلِ فن جان و جسم اُنکا تھا
کمالِ ہنر اپنا دکھلا کے سب / کیا ہے ہر یک ماہ وشن نے غضب
اُٹھے تب یہ گرمی سے چہرے دمک / دکھانے لگی سرخ روئی بھبک
ہوئے گل سے رخسار شبنم فشاں / لگے چھوٹنے بدر سے کہکشاں
سراپا جو اُنکا نم آلود تھا / چمن حسنکا شبنم آلود تھا
ہویدا وہ طرفہ تماشائے حسن / عرق سر بسر موجِ دریائے حسن
اس عالم میں وے قاتلِ جان و جسم / دکھانے لگی ہیں فنونِ طلسم
غرض تا چھتی تنگ تھا یہ سب ہجوم / رہی ہے یہی بزمِ عشرت میں دھوم
محل بھی وہ یک جلوۂ نور تھا / فزوں عیش و عشرت سے معمور تھا
لبِ بام سے تا بہ پستی تمام / عجب ماہ رویونکا یک ازدحام
وہ محفل وہاں بیگماتوں سے پُر / ہر یک ماہ رخسار ہمشکلِ حور

ہوا اُنکی کثرت سے یکسر حرم | نہ زیرِ فلک رشکِ باغِ ارم

نہ عشرت سوا کچھ بھی گفت و شنید | شب و روز گویا تھے ایامِ عید

تھا طرفہ سماں راگ کا بھی وہاں | نہ دیکھی کسو نے یہہ محفل کہاں

ہزاروں زبس گائنیں رشکِ حور | دکھا اپنے دو من پنے کا ظہور

عجب گا رہی تھیں اداؤں کے ساتھ | ہر اک ساز تھا دل فریب اُنکے ہاتھ

وہ طرفہ مزہ اُنکے گانیکا تھا | سماں منتخب یک زمانیکا تھا

وہ محفل تھی یک موجِ دریائے حسن | عجب راگ تھا اور تماشائے حسن

وہ باہر جو تھی بزمِ عشرت وہاں | فزوں اُس سے حاصل تھی وحشت یہاں

اُس عالم میں ہر ماہ پیکر عجیب | لگی لانے محفل میں نقلیں غریب

کوئی جوگنی بن کے آئی ہے تب | کرشمے گئی ہے دکھا اپنے سب

کسو نے لیا روپ بہروپ کا | دکھایا نمونہ ہر یک روپ کا

بنی کوئی بیراگن اور کوئی بھاٹ | کسو نے کیا خود نمایو نکا ٹھاٹ

کوئی مغبچہ بنکے کرسی پہ جا | چڑھا پاؤں پر پاؤں بیٹھا رہا

کوئی مولویوں کے اطوار سے | چلی آئی جبّے و دستار سے

پہن چست تن میں کوئی یک قبا | لگا ہاتھ داڑھی بنی میرزا

کسو نے دکھا رام لچھمن کی ریت ۔ لگی پڑھنے دوہے کبت اور گیت
ہوئی ہے کوئی اُس گھڑی مل فرد ۔ ہوئی کوئی سیج پر وہاں گل فرد
اڑے قہقہے ڈھول چلنے لگی ۔ صدا ہر چہل کی نکلنے لگی
بھرے تھے مزاحوں سے ہر ایک بول ۔ وہ محفل سراسر تھی محوِ ٹھٹھول
عجب تھا تماشائے بزمِ فرح ۔ ہوئیں لوٹ پوٹ اُسنے سب طرح
اُس عالم میں پھر ہر کسو کی بنی ۔ جو مفلوک تھیں ہو گئیں وے غنی
ہزاروں دوا اور دائی وہاں ۔ ہوئیں مست از خود نمائی وہاں
غرض وہ پری ناز و نعمت کے ساتھ ۔ لگی پلنے ہر دم شفقت کے ساتھ
اس عالم کا اُسکے لکھوں کیا بیاں ۔ نہ کھولی ہے سوسن نے اتنک زباں
جمال اور حسن اُسکا تھا بے نظیر ۔ خداداد خوبی تھی آفاق گیر
کیا مہر کو اُسکے مکھڑے نے زرد ۔ جگر ماہ کا ہوگیا اُس سے سرد
زبس ہر شگوں پہلے با عز و جاہ ۔ پڑی خوبروئی کی اُس پر نگاہ
وہ طفلی کا عالم بدورِ قمر ۔ ہویدا قیامت کی تھی یک سحر
وہ چہرہ عجب خورد سالی میں تھا ۔ نہاں جلوۂ حسن لالی میں تھا
وہ نازک تنی اور منہہ کی دھمک ۔ شفق میں نہاں آفتابِ فلک

سراپا

سراپا وہ پتلی تھی یک نور کی	عیاں مردمک دیدۂ حور کی
عجب اسکی طفلی کا انداز تھا	سحر پرورِ عالم ناز تھا
وہ کندن فریب اسکے چہرے کا رنگ	ہوا حوصلہ اس سے غنچوں کا تنگ
وہ گورا بدن اسکا باآب و تاب	گویا چشمۂ ماہ کا یک حباب
ہلال اسکی طفلی پہ قرباں ہو	رہا مہر سر در گریباں ہو
گیا ہے چمن نونہالوں کو بھول	ہوئے تنگ سے نازک تنی دیکھ پھول
غرض وہ پری شعلۂ لالہ زار	دکھانے لگی حسن کی یک بہار
اس عالم میں بھی محوِ خوبی تھی وہ	لطافت نزاکت میں ڈوبی تھی وہ
نہ عشوہ نہ غمزہ اسے یاد تھا	وہ خوبی کا جلوہ خدا داد تھا
نوادر اس عالم کی حرکات سب	نشانِ دلبری کے تھے یکذات سب
کواکب کے دیدے کبھو اشک سے	جلاتی تھی وہ آتشِ رشک سے
کدھی مسکرانے سے وہ زیرِ لب	شکر ریز کرتی تھی آفاق سب
خماری وہ انکھوں میں چھائی ہوئی	پری چاندنی پر نہائی ہوئی
کبھو لب سے انگشت رجو منا	کدھی مثل گل مہد پر جھومنا
وہ لب تر کئے شیر سے اس نے جب	ہوئے خشک تر اس سے غنچوں کے لب

ملے لعل جب اسکے پستان سے
گیا روٹھہ لالہ گلستان سے

تکلم سے جب دم ہوئی ہمنفس
ہوا شاخ گل طوطیونکا قفس

وہ والاں میں جب خراماں ہوئی
خجل اسسے آہو بصد جاں ہوئی

غرض اسکی طفلی کا یہہ دور تھا
نزاکت سے معمور ہر طور تھا

ہی طفلی کا عالم جوانی سے خوش
جوانی ہی سب زندگانی سے خوش

مثل ہی کہ ہی بدر نور کمال
ولیکن فزوں تر ہی قدر ہلال

کوئی کامراں ہو جوانی کے سن
پر آویں اسے یاد طفلی کے دن

شد باغ از برای خجستہ لقا بنا
خوشتر عمارتے شہ والا بنا نہاد

پلا ساقیا بادۂ گل سرشت
چمن دل کا ہو جس سے نقل بہشت

اگر ہی کے دینے میں تاخیر ہو
تو پھر کس طرح باغ تعمیر ہو

کیا شہ نے ترتیب باغ و زیب
کوئی خانہ و باغ رضوان فریب

زبس تھی عمارت وہ عالی نشاں
خجالت دہ گنبد کہکشاں

سراپا نہیج اسکی مرغوب تھی
لطافت میں یکسر خوش اسلوب تھی

وہ دیوار و در لاجوردی تمام
زبرجد و مینا کا تھا اس بہ کام

مقوس وہ محرابیں ابرو مثال
تھا محرابی جنکا فلک پر ہلال

وہ خوبی میں ہر طاقچہ طاق تھا
سما جوت کا انکے مشتاق تھا

وہ یاقوت کے کنگرے سو بسو
بسانِ لبِ مہوشاں خندہ رو

وہ بلّور کا فرش ہم شکل برق
عمارت تھی اُس بحرِ خوبی میں غرق

گئے مہر و مہ اپنے چشمے کو بھول
تھا ہر عالمِ نور کا واں نزول

سما تک جو پہنچی ہے اُسکی جھلک
برنگ شفق بن گیا ہے فلک

جڑاؤ چھپر کھٹ وہ دالان میں
دھرا مہر ساں برج میزان میں

کھنچی چاندنی اُسپہ باآب و تاب
جسے دیکھ آنکھوں میں آجاوے خواب

دھرے تخلخے ہر طرف رشک بدر
کواکب کی زایل ہوئی اُن سے قدر

محل کی نوادر بھی یک اختراع
جھمکتے تھے تارے بدورِ شعاع

کھڑا اور یہ ہمگیرہ بے نظیر
تھا عالم یہ اُسکے فدا چرخ پیر

وہ پردے پڑے سو بسو زرنگار
رہے جس پہ صدقے ہو ہر دم بہار

وہ گل کاریاں اُسپہ چھوٹے تھے
نئی طرز کے بیل و بوٹے تھے سب

چھتوں پر عیاں چشم بندی کا کام
نگاہیں جہاں ہوں رہیں صید دام

مشجر وہ قالین بزیر قدم
سراسر نمودار باغ ارم

تھا گلگشت کا وہاں کے عالم عجیب ‏ بھر اک کیفیت سے تھا ہر دم عجیب
لب نہر فرش عقیق یمن ‏ ہوا جس سے افزود حسن چمن
وہ جوہر کی نہریں گئیں چار سو ‏ مسلسل وہ آب رواں مشک بو
مہ و مہر آکر اُسی نہر میں ‏ ہوئے عکس انداز ہر لہر میں
فلک نے جو کھایا کہیں اسپہ رشک ‏ ستارے ہوئے اسکے آنکھوں میں اشک
نکلنا وہ زیرِ خیابان ہوں ‏ وہ سایہ بدورِ گلستاں ہوں
وہ پانی کا ہر سمت بھرنا و نال ‏ وہ حوضوں میں جا جاکے گرنا و نال
کھڑے سرو آزاد تھے سو بسو ‏ مقابل میں شمشاد کے رو برو
کہیں ناروں نے دکھائی بہار ‏ وہ نارنگیوں کا کہیں شعلہ زار
لگے تاک پر خوشے انگور کے ‏ ثریا تھے یا قمقمے نور کے
نہی اپنے عالم میں مغرور تھی ‏ کھڑی اُس لبِ نہر سے دور تھی
وہ مہکا ہوا مولسریوں سے باغ ‏ معطر گلوں کا ہر سو دماغ
برستا تھا رعنائی کا سب پہ نور ‏ خدا ہی کی قدرت کا تھا اک ظہور
لب نہر سے سر اُٹھائے ہوئے ‏ طراوت سے سب جوش کھائے ہوئے
ہنر تہ کر باغبانوں نے صرف ‏ دکھایا ہی ہر سو طلسمِ شگرف

وہ طرفہ درختوں میں سرتاقدم — ہوا ہے جو پیوند ہر یک قلم
برآمد ہوئیں شاخیں اقسام کی — انار و بہی سیب اور آم کی
پھلیں اور پھولیں گلستاں میں — ہوا سے لگیں جھکنے ہر آن میں
چمن کا ہوا اُن سے عالی دماغ — اکڑنے لگا اپنے عالم میں باغ
زبس کیفیت تھی یہ اشجار کی — لکھوں کیا حقیقت میں گلزار کی
وہ تختے گلوں کے بنے زیبدار — جُدی اپنے عالم میں سب کی بہار
ہوئیں آتشیں اُسّے سب کیاریاں — نئی ہر روش کی طرحداریاں
چمن ہر نمط شعلۂ طور تھا — بھرا صرف خوشبو سے معمور تھا
لیا لالہ زاروں نے ساغر بدست — کیا ہے ہزاروں نے لاکھوں کو مست
وہ عالم عجب سنبلستان کا — مشام اُسّے مشکیں گلستان کا
چنبیلی تھی شبنم میں ڈوبی ہوئی — فزوں اُس سے گلشن کی خوبی ہوئی
گلِ اشرفی کے پرے زرفشاں — کھڑے جعفری کے ہر سو نشاں
کہیں اپنا سوسن نے دکھلایا روپ — تھی صدقے کہیں رنگ سورہی پہ دھوپ
وہ شاخوں پہ شبّو بھری تھی کہیں — تماشے کو نرگس کھڑی تھی کہیں
شب افروز داؤدیوں کی بہار — کھلی چاندنی آسمان بے غبار

کہیں ارغواں مے سے مدہوش تھی | کہیں نسترن زعفراں پوش تھی
کہیں پھول پھولے وہ چو رنگ کے | کہیں گل شگفتہ وہ سو رنگ کے
کوئی مخملی تھا ز سر تا قدم | کوئی پھول بہروپ وش دمبدم
وہ منقش آسا کوئی تار تار | کوئی سیم طلعت کوئی زرنگار
کہیں داغ تھا اور کہیں خال تھا | کوئی زرد تھا اور کوئی لال تھا
مطرز کوئی اور ملوں کوئی | سراپا وہ ہم شکل ناگن کوئی
وہ طاؤسی پھولوں نے کھول اپنے پر | دکھایا ہے قدرت کا نقش ہنر
شگفتہ وہاں گل ہوئے جو کئی | پرند اس سے نکلے ہیں دلجو کئی
غرض جو نوادر تھے گلبن کہیں | وہ پہنچے برسم تحایف وہیں
وہ تحفے بنے اس سے انواع کے | نئی طرز کے اور ابداع کے
چمن انکے شعلے سے دہکا ہے سب | عجب باغ خوشبو مہکا ہے اب
وہ پھولوں کی خوشبو گئی تا فلک | اٹھی قاف تا قاف یکسر مہک
صبا ہو خراماں بطرف چمن | دماغوں کو کرتی تھی رشک ختن
وہ شاخوں پہ بیٹھیں گلوں کے قریب | غزل خواں ہر چار سو عندلیب
وہ اوراق پھولوں کے دیوان عشق | چمن زار یکسر دبستان عشق

دوالم

نواسنج مرغانِ خوش رنگ سب — تھے کوکو کناں تیز آہنگ سب
عجب اُنکے نعرونکی انداز تھی — کہیں حق کہیں ہو کی آواز تھی
سُنکر ریز کبکوں کے خوش قہقہے — جگر سوز دُرّاج کے چہچہے
بٹیروں کے بیٹھے درختوں پہ جوق — پھریں قمریاں ڈال گردن میں طوق
وہ نہروں میں بگلے و مرغابیاں — وہ آبی پرندونکی بے تابیاں
چمکنا وہ جگنو کا در جوفِ شب — وہ شب خیز مرغونکے نعرے غضب
سُہانا چمن اور نوا در سماں — وہ کہنا پپیہے کا جو بش پی کہاں
غرض تھا چمن سر بسر گل پرست — جسے دیکھ یاد آوے باغ بہشت
بہر سمت تھا مہوشونکا ظہور — ہر یک اپنے عالم میں ہم شکل حور
وہ دائی کوئی اور ددائی کوئی — وہ آئی کوئی اور بائی کوئی
خواصیں تھیں اور لونڈیاں بیشمار — کوئی سرو قد اور کوئی گلعذار
کوئی مہر طلعت کوئی مہ پری — کوئی روح افزا کوئی شہ پری
کوئی خوبرو اور کوئی سرو ناز — کوئی ماہ رُخ اور کوئی جاں نواز
کوئی خوش ادا کوئی جادو نظیر — کوئی دلربا کوئی بدر منیر
چمن اُنکے جلووں سے معمور تھا — ہر یک محل خلوت گہ نور تھا

وہ جوبن کے عالم میں ہر آن سب
خرامش کناں در گلستان سب

ہوا اُن سے افزوں مدارِ چمن
دو بالا ہوا اقتدارِ چمن

یہہ سب کچھ تھا جانِ پدر کے لئے
خجستہ لقا سیم بر کے لئے

وہ نوخیز بستانِ جاہ و جلال
عجب باغ امید کی نونہال

لگی پلنے با ناز و نعمت وہاں
لگی بڑھنے ساعت بساعت وہاں

کئی فاضلوں نے پڑھایا کیا
اُسے علم و دانش سکھایا کیا

جہاں تک ہنر کی تھی درکار اُسے
کیا سب نے تعلیم یکبار اُسے

غرض تھوڑے ایام میں طاق ہو
رہی سب میں یکتائے آفاق ہو

تھی جوں خوبی حسن میں بے بدل
ہوئی اُس طرح علم میں بے مثل

نکل آئی اُسکی عجب چال ڈھال
موافق تھا اس حسن کے سب کمال

ہنگامہ شباب نہال وجود او
پا سے طرب بمسند ناز و ادا نہاد

پلا جام بلّور میں ساقیا
مُصفّا مئے لعل گوں پُر ضیا

جوانی کی برتر ہو جس سے اُمنگ
چڑھے حسن کا اپنے میزان پہ رنگ

کہاں پھر یہہ عالم کہاں پھر شباب
ہے دورِ فلک میں سدا انقلاب

کروں

کروں کیا بیانِ نوجوانی کا حال
ہوا ہے نمک ریز صبحِ جمال

وہ بارہ برس کا سن و سال تھا
کہ کانِ نمک اس سے پامال تھا

اس عالم میں وہ گوہرِ کانِ حسن
ملاحت فزائے نمکدانِ حسن

جوانی کے دے خوانِ نعمت کو زیب
ہوئی بانمک صد جراحت فریب

لکھوں حسن کیا خوانِ نمکیں کا
کہ دریا ہے یہ جاہ و تمکین کا

وہ شورش فزائے رخِ صبحدم
نمک پرورِ مطبخِ صبحدم

ہو طوفاں گدازِ تنورِ فلک
لگی کرنے ہر قرص کو جب نمک

سراپا وہ رشکِ بہارِ شباب
تھی آتش وہ شعلہ زارِ شباب

جوانی کا عالم و قامت کا رنگ
وہ چہرے پہ صبحِ قیامت کا رنگ

کیا اسکے جلوے نے برپا نشور
رہا ہو کے سرگرم طوفانِ تنور

کرشمے ادا اور انداز سب
ہوئے سربسر فتنہ پرداز سب

کیا اسکے انوارِ تن نے غضب
کیا ہے ہر یک بانکپن نے غضب

وہ آفت کی چنگاری سچ مچھ ہی
شرربار و آتش فگن کچھ ہی

وہ شوخی غرور اور طنازیاں
لگیں کرنے خانہ برانداز یاں

حیا اور تغافل یک آہنگ ہو
رہے عشوہ سازی کے ہم رنگ ہو

غرض دل بری کے جو آئین ہیں
خریدار نقد دل و دین ہیں

سبھی اس ستم گر کے سائے تلے
تھے یک رنگ قدمو نسے اسکے ملے

نظر شعلۂ حسن گردم بدم
قیامت لگی کھانے اسکی قسم

سراپا کا اسکے کروں کیا بیان
کہ حیرت سے شق ہی قلم کی زبان

لٹی جان زلفوں نے جسمو نسے پیچ
دلوں پر پڑا ہی الجھنے سے پیچ

جبیں ایک آئینہ تھا جلوہ گر
رخ دل بری جس میں آوے نظر

وہ آنکھوں کا عالم تھا جادو فریب
تھا نظروں تلے جنکے صبر و شکیب

مژہ ہر دو جانب سے آئیں پلٹ
دیا ہی انھوں نے صفوں کو الٹ

نگاہوں کی تنہا نہ کافر وشی
پھریں مردمک ہر مردم کشی

نہ خود بیں ہو کیوں بینی خوبی کے ساتھ
کھنچی ایک شمشیر ہی اسکے ہاتھ

چھپی ابر میں دیکھہ ابرو دھنک
رہا سر بسجدہ ہلال فلک

صفائی میں رخسار تھے جلوہ گر
کہ عکس صبا جس میں آوے نظر

وہ مستی کا عالم وہ گلبرگ تر
پڑا عکس نیلم کا یاقوت پر

بیاض گلو مطلع صبحدم
قیامت سی ڈوری وہ گردن کی خم

زبس ساعد و بازو شانے تلے
تھے میزان الماس کے سب تلے

حنائی وہ کف اور حنائی وہ ہاتھ | نہو پنجہ کش آفتاب اُنکے ساتھ
گِنے کوئی کیا اُنگلیوں کا کمال | کہ دس بدر ہیں حسن میں اور دس ہلال
نہ سینہ وہ سرچشمۂ نور تھا | فروزندہ شعلۂ طور تھا
حقیقت نہ لکھ بحرِ شفاف کی | ہی کشتی کھڑی جسطرف ناف کی
ہو زانو کا تختہ جہاں آینہ | کرے کام کیا پھر وہاں آینہ
علم حسن کو دیکھ بالائے ساق | ہیں حیرت سے پا رہوا نہ رواق
قدم کی ہی نازکی کا یہہ حال | رُخ گل پہ چلنے سے ہوتے ہیں لال
وہ آفت کا شعلہ سراپا وجود | کرے فتنۂ دہر جسکو سجود
وہ پوشاک و زیور بصد آب و تاب | نہ دیکھا ہو چشم فلک نے بخواب
نئے نت ہر یک روز شام و سحر | پہنتی تھی حلے وہ رشک قمر
وہ پوشاک و زیور اُتارا ہوا | نہ پھر تن سے ملحق دوبارہ ہوا
سدا انت نئی شی کی نوبت رہی | یہہ پوشاک و زیور کی کثرت رہی
اُتاری وہ پوشاک و زیور شگرف | اُتارے و صدقے میں ہونا تھا صرف

پدر نے اِسی ناز و نعمت کے ساتھ
کیا پرورش اُسکو حشمت کے ساتھ

طرفہ شب ہے کہ جادے وہ بندہ از رہِ نیاز — سازِ طرب بمحفلِ دولت سرا نہاد

وہ صہبائے عشرت پلا ساقیا — منور ہو جس سے طرب کا دیا
عجب شاہدِ باغ گل پوش ہے — صبا بھی یہاں مے سے مدہوش ہے
یہ سن لیجئے گوش دل سے ذرا — کہ طرفہ کسی شب کا ہے ماجرا
سرِ شام سیرِ چمن سے ہو شاد — پھری ہے خجستہ لقا با مراد
وہیں ارغوانی وہ جوڑا اتار — سرِ طاق رکھہ سب زمرد کے ہار
پہن ایک کرتی برنگ حباب — وہ انگیا بھی ہم شعلۂ ماہتاب
کوئی باندھہ سر سے وہ نازک رومال — وہ پشواز کے بدلے اوڑھہ ایک شال
ہوا آمادہ خواب اُس آن میں — چلی آئی حجرے سے دالان میں
مرصع کی کرسی پہ بیٹھی ہے جا — اُس عالم کی اُسکے لکھوں کیا ادا
وہ تکیئے پہ کرسی کے رکھہ ایک ہاتھ — کیا اُسکو برپا زنخدان کے ساتھ
دکھا تمکنت اور کچھہ بانک پن — جمائی ہوئی تھی وہ سب تن بدن
وہ ہر حال میں سب کی محبوب تھی — ہر یک چال ڈھال اُسکی مرغوب تھی
لکھوں کیا میں دستِ نگارین کا حال — سدا خونِ عاشق تھا جس پر حلال
وہ چہرے کے مایل بصد آب و تاب — تھا خوبی میں ہم پنجۂ آفتاب

کفِ دست زیرِ ذقن بے بدل
دھرا ہاتھ پر گوے حُسنِ ازل

ہوئیں انگلیاں خم جو رخسار پر
گُلِ مہر تھا شاخِ گلزار پر

وُہ انگشت گلگوں وُہ لب خندہ ناک
پڑا دامنِ صبح میں اُس سے چاک

وُہ مشکل پسند اُسکا تھا حُسنِ کُل
گیئے عقدے ناخن سے پھول کھل

پڑی ایک خنصر میں انگشتری
حقیقت میں تھی خاتمِ دلبری

تھی غایب ہر یک دست بازی وہاں
خراشیدہ شیرونکے تھے دل جہاں

غضب تھا کہ دیکھا اُسے کِس نے پھر
طمانچہ اجل کا لگا اُسکے سر

علم تھا وُہ خوبی میں چہرہ غضب
ہوا دستِ قدرت سے بالا عجب

وُہ کُرسی پہ بیٹھی تھی اِس آن سے
کہ کُرسی فدا اُس پہ تھی جان سے

ہوا اُس سے کُرسی کا رتبہ علا
پڑا سایۂ عرش کُرسی پہ آ

وُہ شال اُسکے قامت پہ تھی چار باغ
گویا بہشت روضے کو تھا اُسکا داغ

کنارے وُہ لٹکے ہوئے چار سو
چمن کو لگے کرنے بے آبرو

گُلستاں گویا وُہ یک جان تھی
و یا خود وجودِ گلستان تھی

کہ کثرت سے وحدت میں ہو جائے گر
ہوا ایک گلدستۂ بے نظیر

خواصیں وُہ گرد اُسکے سب جانثار
تھیں عہدے پہ قایم بصد افتخار

گھڑی کوئی لے ہاتھ میں مورچھل | چنگیر اور کوئی پاندان بے بدل
سوا اُنکے باقی ادا اُنکے ساتھ | کھڑیں دور آداب سے جوڑ ہاتھ
جواہر کے مونڈھے دھرے چار سو | وہ بیٹھی ہوئیں اُس پہ سب ماہرو
نمایاں وہ ہم صحبتوں میں تھی یوں | ہو مہتاب پروین کے حلقے میں جوں
نہ پوچھ اُس گھڑی کا تو مجھ سے سماں | تھا یک عالمِ نور جلوہ کناں
دھرے شمعداں ہر طرف نور بار | لگیں موم کی بتیاں چار چار
درخشاں وہ مُنقّش کے آئینہ گل | جواہر و موتی کے آویزے کل
وہ صحن اُس سے یک عالمِ نور تھا | تجلی سے ہر سمت معمور تھا
زبس عالمِ حُسن گیتی فروز | نگاہوں کا عالم سدا برق سوز
چراغوں کی تھی آنکھ اُس پر لگی | دئی باندھ ہر شمع نے ٹکٹکی
وہ شعلے کا دیکھ اُس کے ہنگامہ گرم | جگر موم کا ہو گیا اُس سے نرم
گئے بھول پروانے عشقِ کہن | لگے دیکھنے اُس کا شیریں دہن
نہ فانوس مینا کا ہوتا حجاب | تو ہوتے عدم شعلۂ التہاب
لگے نور خیز آئینے چار سو | نمایاں ہر یک میں وہی موبمو
وہ یکسر تصاویرِ دیوار و در | لگے حسن پر اُسکے کرنے نظر

وہ نرگس کے دستے زبالاے طاق
تھے سرگرم نظارۂ اشتیاق

عجب سب کے آنکھوں کی پتلی تھی وہ
اس عالم میں دل بر ہر یک کی تھی وہ

ہوئی واردات اس گھڑی یک عجیب
کہ یک طایفہ در پر آیا غریب

غریب الوطن سب پری زاد تھیں
فن موسیقی میں یہ استاد تھیں

زبس حسن تھا انکا رشک چمن
خجالت دہ آہوان ختن

پری انمیں تھی ایک نازک خرام
عیاں جادوئے ہند تھا اسکا نام

سراپا وہ دانش بھری باکمال
نہایت حسین اور صاحب جمال

وہ قد اسکا نخل گلستان حسن
دو زلف سیہ سنبلستان حسن

نزاکت کی اسکے عجب آن تھی
وہ کافر بلاے مسلمان تھی

زبس فتنہ پرداز وہ دلربا
بھری ناز و غمزے سے سرتا بپا

غرض عالم حسن جادو فریب
لکھوں کیا میں پوشاک کی اسکے زیب

وہ پشواز ابھری ہوئی جھلملی
وہ انگیا و کرتی تھی جگنو لگی

وہ یک تاش کی اوڑھنی بیبدل
پڑی سر سے یکبار کاندھے پہ ڈھل

کھڑی در پہ وہ جوں مہ نیم شب
وہ ہونٹوں کی مستی وہ کاجل غضب

غرض انکو درباں نے روکا وہاں
کہ ہو کون اور ہے ارادہ کہاں

دیا نایکا نے جواب اسکو فاش / ہی گانے پہ ثابت ہماری معاش
حمیدہ تر اس شاہزادیکی خو / صبا سے سن اسکی سخاوتکی بو
یہاں ہند سے لائی ہی آب و خورد / حقیقت یہہ سن صاف بے میل و گرد
گئی عرض بیگمی نے وہاں عرض جا / یہہ سن ہوکے مشتاق وہ دلربا
نزاکت سے کہنے لگی جائیے / بہت خوب و بہتر ہی بلوائیے
یہہ سن یک خواص اسکہڑی دوڑکر / گئی خندہ رو ہو بلانے ادھر
وہ آنے لگی دلربا اسطرح / چمن سیر ہووے صبا جسطرح
ادا سے قدم کو بڑھاتی ہوئی / نزاکت متانت دکھاتی ہوئی
لچک اور مٹک کی نوادر وہ چال / وہ گھنگھرو کی جھنکار کریونکا تال
جہاں تھی خجستہ لقا سب وہاں / چلی آئی یک بار جلوہ کناں
نظر جب پڑی ہی وہ ماہ فلک / وہ خورشید ساں دیکھ اسکی جھلک
وہیں سبنے دلمیں کہا واہ جی / نوادر ہی یہہ حسن اللہ جی
غرض آقریب اسکے با احتشام / زہے قاعدے سے بجا لا سلام
دعا دی سبھوں نے بصد آب و تاب / کہ قایم رہے حسن کا آفتاب
خجستہ لقا ماہ انجم فروز / قیامت شکن فتنۂ نیم روز

نظر

نظر کر طرف اُنکے اور مسکرا | اشارے سے بولی کہ بیٹھو ذرا
پھر اُس بعد کر لب کو شکر شکن | لگی کہنے اب ہی سماع ہمین
یہہ سن ساز کر اپنا یکسر درست | لگی ہیں وے گانے ہو چالاک و چست
ملے سُر طنبوروں کے مرچنگ سے | اُچھلنے لگی تھاپ مردنگ سے
گئی بین کی تب صدا عرش تک | لگے بادساں جھکنے تارِ فلک
لگیں گانے تیتہ اُسی آن میں | پری جان گویا ہر یک تان میں
وہ آواز تھی اُنکی جادو پرست | عجب گٹکری بن گئی چال مست
لیا ہی ہر آلاپ نے دلکو چھین | زبس تھی ادا میر محفل نشین
سماں راگ کا بن گیا بے بہا | ہوئی قید عالم میں اپنے ہوا
غرض اُنکے گانے سے دیوار و در | ہوئے مست و مدہوش اور بیخبر
وہ حسن بلاخیز اور وہ سماں | حقیقت عجب بن گئی ہی وہاں
اُٹھی ہر طرف سے صدا واہ کی | دوبالا ہوئی قدر اُس جاہ کی
سن اُس جادوئے ہند سے وہ سماں | خجستہ لقا ہو گئی شادماں
نہ پوچھہ اُس دل دوست کی تو عطا | یہہ بحر کرم تھا وہ کان سخا
ہوئی جادوئے ہند تب کامیاب | وہ بخشش تھی بیحد دہش بے حساب

اُسی پہلی سب از جواہر و دُر ‏ ‏ ہوئی بحر ساں اُنکی آغوش پر

پھر اُس بعد یکسر پہ دل لگی ‏ ‏ ملی اُنکو بے قید پروانگی

لگیں آنے اپنے وہ دستور پر ‏ ‏ شب و روز اوقات مامور پر

زبس تھی جہاں دیدہ وہ رشکِ حور ‏ ‏ ہر یک فن بنا اُس سے پایا ظہور

طبیعت ذکاوت میں چالاک و چست ‏ ‏ حکایات و امثال تھے سب درست

سراپا وہ کافر ادا شوخ و شنگ ‏ ‏ تھی غارت گرِ ہند و مُلکِ فرنگ

کچھ یک بھی شررا اور کچھ رند تھی ‏ ‏ حقیقت میں وہ جادوئے ہند تھی

کمالِ ہنر سب دکھا کر ملا ‏ ‏ کیا اِس نے اُس ماہ کو مبتلا

غرض رفتہ رفتہ جو صحبت ہوئی ‏ ‏ وہ صحبت کے ہونے محبت ہوئی

بتدریج آخر وہ نازک خرام ‏ ‏ ہوئی ہی محل میں مدار المہام

ملا ہی وہاں حسبِ اخلاص اُسے ‏ ‏ کئی دن میں یک رتبہ خاص اُسے

خجستہ لقا کو پھر اُسکے سوا ‏ ‏ تھا آرام اور خواب و خور ناروا

اِسی باغ میں تب قریبِ محل
دیا اُسکو بنگلہ نیا بے بدل

زیبا سحر گہے کہ خجستہ لقا در زو ‏ ‏ گامے براہِ عشق بکوئے بلا نہاد

ہم جان زِ ناب روے ہمایوں مزاج شوخ — ہم دل روے آتش مہر و فا نہاد
چمن سے کوئی جام لا نرگسی — پلا اُس میں ساقی وہ مے پھول سی
کھلے جس کے پینے سے رازِ نہاں — ظہور اپنا دکھلاوے گلزارِ جہاں
کہاں کا چمن اور کہاں کی بہار — جوانی کا عالم ہے بے اعتبار
لکھوں یک سحر کی عجب واردات — کہ ہے زیرِ گردوں اچنبھے کی بات
اُٹھی صبحدم خواب سے وہ نگار — کہا جا کے دیکھوں چمن کی بہار
دھیں ہاتھ منہ دھو بصد آب و تاب — پہن کوئی پوشاک و زیور شتاب
خراماں محل سے ہوا اُس آن میں — چلی سیر کرنے گلستان میں
قضارا وہ ایامِ نوروز تھے — گُل اندر چمن جلوہ افروز تھے
معطر وہ گلشن بہ نقش بدیع — وہ پھولوں کا عالم بفصلِ ربیع
سُہانا چمن ابر چھایا ہوا — وہ دہکا ہوا لہلہایا ہوا
وہ تختے بنے گل کے پُر کیفیت — وہ ہر کیاریوں کی نئی یک صفت
ملوں وہ قدرت کی نیرنگ سے — تھے گلدستہ پُر زیب ہر رنگ سے
صبا کا ہر یک سمت رُکنا رہاں — وہ شاخوں سے پھولوں کا جھکنا وہاں
وہ مرغانِ خوش رنگ کے چہچہے — وہ غنچوں کے لب پر عیاں قہقہے

وہ بلبل کی ہر سو نوادر صدا ۔ وہ مستی میں گلشن پہ ہونا فدا
وہ نہروں کا پھرنا گلستاں میں ۔ وہ لہرانا پانی کا ہر آن میں
وہ میووں کا ہر شاخ پر جھومنا ۔ نشے میں وہ فرش زمیں چومنا
وہ مہکا ہر یک سمت پھولوں سے باغ ۔ شمال و صبا کا معطر دماغ
وہ خوشبو کا جانا بہت دور دور ۔ ہوا روح پرور چمن پر سرور
اس عالم میں اس دم خجستہ لقا ۔ لگی کرنے سیر چمن برملا
نہ پوچھو اسکی قامت کی خوبی وہاں ۔ تھا یک عالم نور جلوہ کناں
عجب حسن تھا اسکا پر اقتدار ۔ فدا جسکے نقش قدم پر بہار
جوانی کا عالم نشے کے ترنگ ۔ وہ چہرے پہ صبح قیامت کا رنگ
وہ بوٹا سا قد نخل باغ بہشت ۔ وہ مخموری آنکھوں کی جادو سرشت
وہ گورا بدن اسکا دہکا ہوا ۔ وہ زلفیں چمن اس سے مہکا ہوا
اکڑنا وہ جوبن میں اپنے وہاں ۔ وہ انگڑائیوں کا نوادر سماں
نظارے کے عالم میں جھکنا کہیں ۔ ہوا دیکھ یکبار رکنا کہیں
وہ قامت کی خوبی نزاکت کی چال ۔ کمر کی لچک شاخ گل کی مثال
وہ جوبن کا عالم خرامش کی شان ۔ رہے مطلع مہر کا جس پہ دھیان

وہ زیور وہ ملبوس کی یک جھلک — پھرے برق دامن سدا جھلک
رگ گل سے پوشاک تھی دوختہ — بہار اُس سے زینت پذیر او وختہ
وہ پشواز موتی کی سنجاف دار — سحر ہو وے عالم پہ جسکے نثار
وہ خوبی میں انگیا و کرتی شگرف — تھے غنچوں کے دل واں نزاکت میں صرف
نہ باندھا اوڑھنی سے تو تار قیاس — دل پنبہ مہر ہی وہاں کپاس
وہ ہونٹوں کی مسی قیامت کی شی — وہ کاجل کا عالم بلائے صعب
نوادر تر اُس مانگ کی اختراع — شب آخریں میں سحر کی شعاع
کرن پھول اور بالیوں کے وہ در — تھا صبح بناگوش تاروں سے پر
وہ دلڑا پڑا ایک بگرد گلو — نہ یہہ دور دیکھا فلک نے کبھو
وہ موتی کی مالا و چندن کا آب — ستاروں کے تھا برج میں ماہتاب
وہ ہیکل تھی پر ہفت ہیکل سی تھی — بندھی جو کری پر وہ بیکل سی تھی
وہ موتی کے لچھے جو الجھے ہیں کل — دلوں کے گئے پیچ سب اُس سے کھل
عجب دھکدھکی کا وہ عالم تھا کچھ — پڑا رگ گل میں وہ شبنم تھا کچھ
گیا حسن کے چرخ پر اُسکا دست — پری ہی جو تارے وہ نہیں یکسر شکست
ہوئی پہنچی اُسکی جو لٹکے وہاں — یہہ بھچیند ہو گئی جو آنکھ یہاں

لیا ہفت تاروں نے بازو کو تھام — یہ غلطی سے ہے نورتن کا یہ نام
وہ ہاتھوں کے چھلّے جو دل لے گئے — کئی ماہ گذرے وہ چلّے گئے
مرصّع کئے پاؤں میں دو پا زیب — چمن جسکے انوار سے پائے زیب
وہ گھنگھرو کی آواز اُس آن میں — تھی پھیلی ہوئی سب گلستاں میں
پڑا عکس اُسکا جو سوئے چمن — دو بالا ہوئی آبروئے چمن
عجب اُسکے شعلے سے دہکا ہے باغ — معطّر ہو یکبار مہکا ہے باغ
وہ نکہت بھرا عطر پرور وجود — کیا بو پہ گلشن نے اُسکے سجود
بہار اُسکے جلوے سے ہمدوش تھی — صبا بھی وہاں مست و مدہوش تھی
گل و غنچہ مستی سے کھائے تھے جوش — اُٹھی عندلیبوں کے دل سے خروش
نگہ نیم مست اُسکی پہنچی جدھر — جھکی شاخ مستانہ وش ہو اُدھر
پیا جام لالہ نے مدہوش ہو — رہی ارغواں خود فراموش ہو
کیا یاسمیں نے گریباں چاک — گئی نسترن لوٹ برروئے خاک
وہ شاخوں پہ سوسن تھی بیجاں سی — کھڑی تھی یہ نرگس پہ حیراں سی
غرض تھا وہ طرفہ یک عالم وہاں — تھا باغ اُس سے مخمور ہر دم وہاں
خراماں ہوئی ہے وہ مہوش جدھر — گرے پھول مستانہ وش ہو اُدھر

غرض ہر کہیں سیر کرتی ہوئی | چلی آئی ہر سمت پھرتی ہوئی
قضارا نظر اسکی اُس آن میں | پری تھی کسی یک خیابان میں
عجب اس نے دیکھا ہی اُس جا سماں | کہ بیجا دوئے ہند بیٹھی وہاں
کوئی پارچہ خط کا ہی اسکے ہاتھ | لگائی ہوئی دھیان ہی اسکے ساتھ
ہی محو اُس تماشے میں اسکی نظر | برآمد سے اُس مرکے ہی بے خبر
یہہ دیکھ اُس گھڑی محو دلبستگی | خجستہ لقا با صد آہستگی
قضا پر وہیں اسکے پہنچی ہی جا | کہ دیکھوں یہہ ہے بو العجب ماجرا
ہی کس شے پہ مورد اسکا خیال | کہ بیٹھی ہی اس طور سے مست حال
غرض اُس دل آرام کو ناکہاں | قضا اور قدر لیکے آئی وہاں
قریب اسکے جب آئی یہہ رشک ماہ | پڑی ایک تصویر پر جا نگاہ
عجب روسے کاغذ پہ صورت پذیر | تھا نقشہ کسی مہر کا بے نظیر
زہے حسن نور سرافروختہ | قمر اُسکے شعلے سے تھا سوختہ
عیاں اسکی صورت میں معنی کی لو | لکھا جیسے کاغذ پہ تھا نقش ہو
دیا لے دبیر ازل نے قلم | لکھی حسن کی ایک آیت رقم
وہ تشبیہ تھی یک دل آرام کی | کسی نوجوان گل اندام کی

خجل اتنے تھے بر بیاضِ سپہر ... ہلال و مہ و مشتری بدر و مہر
ملک یا وہ ہم شکلِ غلمان تھا ... کہ جس پر دلِ حور قربان تھا
بیاضِ جبیں لوحِ عنوانِ حسن ... ہوا جس سے تضمینِ دیوانِ حسن
بجائے سیاہی تنِ ماہ پیس ... ہوا تھا اُس خدا کا دفتر نویس
نہ بینی کی خوبی ہوئی جب رقم ... رکھا صفحۂ رخ پہ اُس نے قلم
نہ آنکھیں کہ از خامۂ اوستاد ... ہیں سر نامۂ حسن پر ہر دو صاد
لگا ہونکی جب آگئی گفتگو ... ہوئی ثبت وھاں آیتِ فاقتلوا
دو جانب کھنچی جدولوں کی لکیر ... ہوئے عالمِ زلف صورت پذیر
دیا مدِّ ابرو نے آیت کو زیب ... تھے زیر و زبر ہر مژہ دل فریب
ہوا کلکِ قدرت کہیں زر فشاں ... ہیں خال اُس سیاہی کے قایم نشاں
وہ نازک پہ یک تاج باآب و تاب ... کہ صدقے ہو جس پر دلِ آفتاب
قبا پوش وہ سروِ قامت تمام ... قیامت کا سایہ میں اُس کے قیام
غرض دیکھ وہ صورتِ دلربا ... بصد دل فدا ہو خجستہ لقا
گری خاک پر زخم کھا عشق کا ... زبس تیر کاری لگا عشق کا
وہ حسن و لطافت گئی اپنی بھول ... نزاکت کی ڈالی سے ٹوٹا ہی پھول

زر

زبس بے طرح اسکو غش آ گئی
محبت کے شعلے سے مرجھا گئی

وہ آہٹ کہیں کان میں جا پڑی
اٹھی جادوئے ہند چونک اسگھڑی

تو کیا دیکھے آفت کا طوفان ہے
قضا اور قدر کا یہہ سامان ہے

ہو مست از مے بیخودی برملا
پڑی خاک پر ہی خجستہ لقا

نہ تن کی نہ کچھ جان کی سدھ اسے
رہی ہے نہ اس آن کی بدھ اسے

وہیں پیٹ سر کہہ اٹھی ای غضب
کہاں سے یہہ آئی قیامت کی شب

نوادر یہہ تقدیر کی چاہ ہے
عجب ماجرا قدرت اللہ ہے

نہ واقف تھی میں آگئی یہہ کہاں
بلا سر پہ ٹوٹی مگر ناگہاں

یہاں دھیان تھا مجھکو تصویر کا
ہوا کھیل پر اور تقدیر کا

نہیں نے یہہ صورت دکھائی اُسے
مقدر یہاں کھینچ لائی اسے

اگر جانتی میں یہہ راز نہاں
تو کرتی یہہ تصویر پرزے یہاں

عجب بات یہہ ہاتھ سے جا چکی
قضا اپنا سامان سب لا چکی

غرض کچھ نہ بن آئی تو لاشتاب
وہیں اسکے چہرے پہ چھڑکا گلاب

کھلی آنکھیں پر تھی وہ بیجان سی
عجب نرگس آسا تھی حیران سی

اٹھی خاک سے پر وہ حالت تھی کچھ
وہ افسردگی اور ملالت تھی کچھ

کھڑی رہ گئی ہے یہ گرتی ہوئی ‏ ‏ ‏ دم سرد سینے سے بھرتی ہوئی

وہ چہرے پہ اُسکے نمایاں وہ تاب ‏ ‏ ‏ وہ بریاں جگر اور دل تھا کباب

وہ مکھڑے پہ خونخواری عشق کی ‏ ‏ ‏ نشانی تھی بیماری عشق کی

غضب تھا اُس عالم میں غم کا اُبھار ‏ ‏ ‏ وہ تازے تھے زخم اور نئی تھی پکار

وہ سینہ تڑپتا تھا کچھ غم سے وہاں ‏ ‏ ‏ نکلتی تھی کچھ آہ بھی دم سے وہاں

یہ دیکھ اُسکا تب جادوئے ہند حال ‏ ‏ ‏ لگی کہنے دلمیں کہ یا ذوالجلال

یہ پورا کیا عشق نے اِسکا کام ‏ ‏ ‏ غلط زیست اسکی ہے یک فکر خام

یہ بیماری عشق سے کیوں جئے ‏ ‏ ‏ کہ بیٹھی ہے مذبوح ساں جی دئے

نہ لا عشق کی پہلے کچھ لب پہ بات ‏ ‏ ‏ لگی پوچھنے اُسسے وہ واردات

میں صدقے ترے اے مہ چاردہ ‏ ‏ ‏ یہ غش آگیا آپکو کس وجہ

مگر کچھ لگی لو کہیں دھوپ کی ‏ ‏ ‏ کہ بیہوشی ہے اور ہی روپ کی

نہ کی بات ازبس ہو جاں باختہ ‏ ‏ ‏ پڑھی ہے یہ بیت اُسنے بے ساختہ

مپرس از من ایں واردات عجیب ‏ ‏ ‏ کہ واقف ز بیمار باشد طبیب

یہ سن جادوئے ہند خاموش ہو ‏ ‏ ‏ رہی ہے تحیر سے مدہوش ہو

گھڑی ایک چپ ہو خجستہ لقا ‏ ‏ ‏ پھر اُس ماہ کو پاس اپنے بٹھا

تاسّف سے بر لاوہیں آہ سرد | لگی پوچھنے اُس سے با سوز و درد
کہ ای خاص مونس مرے جان کی | قسم تجھکو حضرت سلیمان کی
یہہ عقدہ مرے دل کا اب کھول تو | برائے خدا حال کچھہ بول تو
یہہ کس مہر خاور کی تصویر ہی | یہہ کس مصحف رخ کی تفسیر ہی
یہہ ہی سرو کس گلشن جان کا | یہہ شمشاد ہی کس گلستان کا
کیا اس صنم نے تو کافر مجھے | کیا قتل یکبار ظاہر مجھے
میں اس بت کے صدقے بصد جان ہوں | رخ پاک پر اُسکے قربان ہوں
یہہ ہی کون اور اسکا کیا نام ہی | کہ غارت گر صبر و آرام ہی
نشانی رکھہ اُس مہ کے اقلیم کی | کہ نوبت ہی اب جان کے تسلیم کی
مرے مصر دل کا ہوا یہہ عزیز | ہوئی یک نگہہ سے میں اُسکی کنیز
برائے خدا کھول اب درج لب | یہہ چشم مروت کی ہی جا اب
یہہ سن جادوئے ہند تقریر عشق | عیاں کارگر دیکھہ یہہ تیر عشق
کچھہ یک خوف کھا اور کچھہ رحم لا | کہا دل میں ہی عشق بھی یک بلا
اگر جان پر اسکے آوے گزند | نہ تدبیر پھر ہووے کچھہ سود مند
یہاں عقل و دانش کا یارا نہیں | بجز راستی کچھہ ہی چارا نہیں

یہہ بہتر ہی کیہ اُس صنم کا یہ حال
رہو گی تسلی دے اُسکو سنبھال

صبوری یہ اُسکا جو جاوے دھیان
تو واقف ہے کچھ یک بچے اُسکی جان

یہہ ٹھہرا لگی کہنے تب وہ نگار
یہہ احوال سُن لیجئے آشکار

کہ ہی ہند میں شہر یک بے نظیر
وہاں کا ہی یک شاہ آفاق گیر

جہاندار مشہور نام اُسکا ہی
سدا عدل و انصاف کام اُسکا ہی

پسر ہی یہہ اُس صاحب تخت کا
خلف بادشاہ جواں بخت کا

ہی نام اُس صنم کا ہمایوں مزاج
فقط ہی یہی وارث تخت و تاج

یہہ تصویر اُسکی لگی میرے ہاتھ
نشانی سمجھ ہند کی دل کے ساتھ

اُسے دیکھتی تھی میں اس آن میں
یہہ بازی سی تھی کچھ خیابان میں

نہ جانوں تجھے کون لایا یہاں
عبث تو کہاں اور ہی وہ کہاں

یہہ احوال سن اُسکا اور کھول کان
کہیں اپنا بیجا لگا مت تو دھیان

نہ نسبت پری کو ہی انسان سے
کہ ضد ہی بشر اور پری جان سے

صنم وہ پری زاد ہوتا اگر
تو لاتی اُڑا میں اُسے تیرے گھر

تجھے وصل سے اُسکے کرتی میں شاد
بر آتی تیرے دل کی اُسے مراد

کرون کیا وہ انسان تو ہی پری
تو ہی مہر تابان وہ ہی مشتری

یہہ وسواس تہا ہیں کہ دور اب / حیا سے نہ زرد ہو کے ہو آب

کنواری ہی تو ای صنم وائے / دریغ عشق کا نام گر منہہ پہ لائے

تجھے کیا ہی طلب کہیں عشق سے / رہے ہو کے جو ہم قرین عشق سے

نہ کھو اس طرح سے تو ناموس و ننگ / عبث کیوں لگاوے ہی سب کو کلنگ

یہہ کہہ چپ ہوئی ہی وہ جادو ہند / زبس منہہ لگائی ہوئی تھی وہ رند

نہ رکھہ پاس خاطر کچھہ اُس نے ذرا / جو آیا ہی منہہ پر وہیں کہہ دیا

مثل دو منی کی ہی یہہ حسب حال / سدا منہہ لگائی ہوئی گاوے تال

یہہ سن بات دل سوز کہا پیچ و تاب / نہ دے شرمساری سے اُسکو جواب

خجستہ لقا اُٹھہ ملالت زدہ / گئی ہی محل میں ہو حالت زدہ

نہاں دلمیں کچھہ داغ کچھہ جی میں یاس / زبس زیست سے تھی وہ اپنی اُداس

یہہ حسن اور نازک مزاجی غضب / جوانی میں یہہ داغ کھایا عجب

عیان عشق نے اپنے پھیلائے رنگ / وہ مرجھا گئی پھول سی بے درنگ

حیا عشق میں آپڑی لاگ ڈانٹ / خرد نے وہاں اپنا بدلا ہی کھانٹ

زبس جوش الفت سے دل خون ہو / لگا بہنے تب اشک گلگون ہو

خواصوں سے ظاہر نہ کر اپنا راز / غم عشق کھاتی تھی وہ سرو ناز

محبت عیاں دل میں دلدار کی — بصد جاں تمنائی دیدار کی

بجانے سے کر باب حجرے کا بند — وہیں بیٹھنا اُسکو ہو دردمند

سرشکوں سے دھوتا سدا داغ دل — کہ سیراب زخموں سے تھا باغ دل

خیال اس طرح سب کو سوتی تھی وہ — نہ یہہ راز ظاہر کہ روتی ہی وہ

غرض خوب رو رو کے بیتاب ہو — پھر یکبار سب اشک خوناب دھو

نکل آنا حجرے سے باہر وہیں — کہ تا راز دل ہو نہ ظاہر کہیں

تکلف سے لیکر قدیم اپنی ریت — وہ مل بیٹھنا سب سے کر بات چیت

وہ رکھنا وہاں اپنے قایم حواس — وہ ظاہر سرور اور باطن اُداس

وہ موج تبسم سے لب خندہ ناک — دلے زخم کاری سے دل چاک چاک

نہ آثار یکدم وہ راحت کے تھے — نمک ریز لب اُس جراحت کے تھے

زبس اُسکا تنہائی پر دھیان تھا — وہ چپ بیٹھنا خوش ہر یک آن تھا

سدا ہمنشینوں سے بھی وہ خفا — وہ مل بیٹھنا اُس پہ تھا قہر سا

سدا رنج و محنت سے اُلفت اُسے — سوا اُسکے ہر یک سے نفرت اُسے

تفرج کا رکھ نام جا سوے باغ — دکھانا وہ لالہ کو سینے کے داغ

درختوں کے جا اوٹ رونا وہاں — محبت کے نت تخم بونا وہاں

وہ کہنا بنفشہ سے جا رازِ دل — وہ بلبل سے ہونا ہم آوازِ دل
دلوں کے وہ پھولوں کو دکھلانا چاک — پھپھولے دکھانا بانگو رناک
نہالوں کی قامت پہ اسکی نظر — ولے دلمیں قدِ یار کا جلوہ گر
وہ نرگس کو دیکھ اشک دھو ڈالنا — غضب تھا کسو کا اسے بھالنا
یہی دلمیں کیوں دن کٹتے باالم — کہ دیکھوں میں یکبارگی شامِ غم
یہہ اندوہ غیروں کا ٹل جاے کچھو — یہہ دھوکا جگر سے نکل جاے کچھو
غرض شب کی عاشق کو درکار تھی — کہ شب مونسِ فرقتِ یار تھی
جو آئی کہیں شب تو سب سو گئیں — ہم آغوشِ راحت سبھی ہو گئیں
وہ بیٹھی ہوئی شمع ساں تا سحر — سرشکوں سے کرتی تھی رخسار تر
ہو شعلے سے غم کے جگر سوختہ — تھی جوں موم نت سینہ افروختہ
دل اس ہجر سے اسکا بیتاب تھا — حرام اسپہ راحت تھی اور خواب تھا
وہ اشک اسکے تا صبحدم ہم کنار — فراقِ رخِ دلربا غمگسار
وہ ہمرازِ دل شمع تا سحرگاہ — عجب مونسِ شب وہ بختِ سیا
چراغوں کا تھا سوختہ اسپہ دل — دلے اشک ریزی میں اسکے خجل
طپش دیکھ آہوں کی وہ سربلند — پتنگے کا دل سوز سے دردمند

تصاویر دیوار و در کے تمام — غم و درد سے اُسکے روتے تھے عام
وہ تازے عجب اُسکے سینے کے داغ — تھا سیراب گویا محبت کا باغ
وہ تصویر پیار کی کر نظر — خطاب اُسنے کرتی تھی یوں تا سحر
ای غارتِ گر صبر و آرام جاں — انیسِ دل و مونسِ ناتواں
کیا تونے غارت مرا دین و دل — ہو سنگ دل ایک دم مجھ سے مل
ذرا ساتھ بیٹھ اور ہم دوش ہو — بغل کھول مجھ سے ہم آغوش ہو
ترے روٹھنے سے گیا روتھ تاب — جدائی کا تیری ہو خانہ خراب
کہاں تک تو روٹھا کرے مجھ سے یار — ذرا بات سن چھوڑ غصے کا تار
کہاں تک تیری کج نگاہی سہوں — ترے سامھنے غم سے روتی رہوں
تنک یک اپنے جذبے کو آخر سنبھال — یہہ کس سوت نے تجھکو سکھلائی چال
ذرا ظالم اب مجھ سے ہنس بول تو — تبسم تکلم سے لب کھول تو
خفا مجھ سے مت ہو تو ای بیوفا — کہ جیتے ہوں اپنے آخر خفا
یہہ شیوہ کہیں دلبروں کا نہیں — کہ مل بیٹھتے ہیں سبھی ہر کہیں
ای نا آشنا شب گئی سب گذر — بھلا ساتھ اب سو رہیں یک سحر
یہہ سونا پڑا ہی یہاں اب پلنگ — تجھے کب تو ذرا لیٹنے سے ہی ننگ

اگر تو خفا ہے تو منہ کر ادھر
میں سو جاؤنگی ساتھ تیرے ادھر

میں تنہا پھر کھٹ پہ گر سو رہی
تو دل میں خفا ہو کہے تو یہی

کہ بیٹھا ہوں میں سو رہی بہو یہاں
گرانی کی برداشت مجھکو کہاں

عجب طرز کا تو خفا کار ہے
مرے پاؤں پڑنے سے بیزار ہے

میں ہو جاونگی گر ترے پر خفا
کریگا تو تنہا یہاں بیٹھے کیا

اری دلبر ذرا میرے غصے سے ڈر
ترا ہوش جاتا رہا ہے کدھر

خفا ہو نہ لیونگی پھر تیرا ناؤں
اگر لاکھ نوبت پڑے میرے پاؤں

یہہ کہہ غم سے رہتی تھی بیہوش ہو
گھڑی ایک غش سے ہم آغوش ہو

غرض تا سحر اس خیالات میں
وہ رہتی تھی حرف و حکایات میں

سحر گہ جو اس فرش سے وہ اٹھی
سبھوں نے یہہ جانا کہ یہہ سو رہی

خواصوں سے رہتا تھا پھر قیل و قال
سمایا ولے دل میں شب کا خیال

کہا کس نے بی بی ہے خاصہ دھرا
تو کہنا نہیں مجھکو اب اشتہا

ذرا دیکھ سیر چمن آونگی
جو حاضر ہو رکھ دو میں پھر کھاونگی

کسو نے جو مانگا وہیں دے دیا
جو لائی کہیں پھر اسے لے لیا

کسو نے کہی بات سن لیجیے
تو کہنا بہت خوب کہہ دیجیے

کوئی لیکے آئی جو گانے کو بین ۔ تو زر کھوانا پر دونکی ہو نکتہ چین
جو گایا تو کہنا یہہ بے سُر ہے کچھ ۔ صدا بھدّی کف سے گلو پُر ہے کچھ
کوئی لے چلی اُسکا گر تھام ہاتھ ۔ تو جانا اُسی کے وہیں ساتھ ساتھ
چمن میں کوئی ساتھ آئی کہیں ۔ کسی کام پر بھیج دینا وہیں
ہر یک آہ میں درد سر کا تھا نام ۔ کہیں اشک نکلا تو کہنا زکام
جو گھبرایا دل پھر تو رونے چلی ۔ کیا سب نے معلوم سونے چلی
کہیں بیٹھنا لے بیاض شگرف ۔ گماں یہہ کہ پڑھنے میں ہی دھیان صرف
دلونکے و لے کھولنا اپنے ورق ۔ وہی عشق کا یاد کرنا سبق
غزل حسب حال اپنے پڑھنا ورد ۔ لے دیوان سودا و اشعار درد
نہ کچھ مثنوی حسن پڑھنا جی ۔ کہ اُس میں مزاحیں ہیں اور دل لگی
اگر جی میں آیا تو از بے دلی ۔ یہہ دو چار پڑھ لینا شعر علی

غزل

عجب عشق سے پابزنجیر ہو ۔ رہا ہی برا حال تغییر ہو
یہہ دل رشک بتخانۂ چین ہی ۔ صنم جس میں بیٹھا ہی اب میر ہو
فلک سے میسر نہ وہ عیش تھا ۔ رہوں جس عوض میں میں دلگیر ہو

ملا یار سے پہلے یا رب مجھے
جو ہونی ہے پھر حسب تقدیر ہو

رہی ہے عجب بت کی تصویر دیکھ
مری جان ہم شکل تصویر ہو

اگر قتل کرنا ہی منظور ہے
برائے خدا پھر نہ تاخیر ہو

ملی اس دعا سے مجھے کیا نفع
گر اس سنگ دل میں نہ تاثیر ہو

غرض سب یہہ دھوکے کا سامان تھا
کہ غیروں کی صحبت سے تھا دل خفا

وگرنہ نہ کچھ شعر سے کام اسے
تھا کافی دل آرام کا نام اسے

آن عشق از شرارۂ آفت کشید سر
این حسن رو بچشمۂ آب بقا نہاد

مجھے مے پلانے سے اب بار بار
خفا مت ہوا ے ساقی گلعذار

اگر لاکھہ دل سے میں سرشار ہوں
یہہ ہر دم نشے کا طلبگار ہوں

ہے غواص کو بنت تمنا ے در
اگر موتیوں سے ہو آغوش پر

یہہ دریا بھرا اشک گلگوں کا
نہ دریا یہہ طوفان ہے خون کا

اسی بحر میں ماہی موج حسن
خجستہ لقا طایر اوج حسن

پھنسی ہے جوانی کے ایام میں
بلا اور محبت کے اس دام میں

نزاکت کی رت تازگی کا وہ جوش
علم دلبری کا وہ بالا ے دوش

وہ خوبی حسن و جوانی کا سن ‌‌ ‌ بہار طرب میں خزاں کیہہ دن
کیا چرخ نے اسپہ نادر ستم ‌‌ ‌ بنی ہی سحر عیش کی شام غم
ستم ہر گھڑی یہہ پہ آفات تھی ‌‌ ‌ بلا اور جفا بے مکافات تھی
کہاں تک نہاں داغ دلکے رہیں ‌‌ ‌ بہار ونکے دل پھوٹ جس سے بہیں
عجب مورد درد و غم تہا یہہ عشق ‌‌ ‌ نشان مصاف الم تہا یہہ عشق
زبس تھی وہ ہمدوش داغ فراق ‌‌ ‌ بجاں سوختہ از چراغ فراق
نہاں آتش دل رواں بر فلک ‌‌ ‌ عیاں لب پہ تہا خندہ پر نمک
وہ داغوں کا گلزار سینہ تمام ‌‌ ‌ پہر تہیں یہ سیر چمن صبح و شام
دھری دلمیں تصویر دلدار کی ‌‌ ‌ وہ صحبت ستم تہیں یہ اغیار کی
مصیبت عجب اسپہ ہمدوش تھی ‌‌ ‌ بصد زخم نالے سے خاموش تھی
وہ خون جگر ہو گیا غم کا قوت ‌‌ ‌ ولے لعل نوشیں پہ مہر سکوت
تو اور یہہ غم اسکو سہنا پڑا ‌‌ ‌ بصد آہ خاموش رہنا پڑا
نہ محرم کوئی اسکے داغوں سے تھا ‌‌ ‌ نہ ہمراز دل کے چراغوں سے تھا
اگرچہ وہ ہم صحبتوں کا ہجوم ‌‌ ‌ خواصوں کی اور دائیوں کی تھی دھوم
ولے سب سے دل اسکا بیزار تھا ‌‌ ‌ جگر داغ محنت کا گلزار تھا

یہہ سب عیش تھا قہر اُسکے لئے
وُہ دل بیٹھنا زہر اُسکے لئے

نہ خود سے نہ غیروں سے مطلب اُسے
سوا یار کے حیف تھا سب اُسے

اُسی رُخ پہ ثابت تھی اُسکی نظر
وُہ تصویر کا دھیان آٹھوں پہر

وُہ ظاہر میں تصویر تھی غمگسار
پہ باطن محبت میں بے اختیار

نظر ہی پیاسے کی نت سوئے آب
کرے کام کیا تشنگی میں سراب

گلو نکی جسے ہو تمنا بہار
گل کاغذی دل میں ہیں اُسکے خار

وُہ تصویر سے اُسکو صحبت وہاں
فزوں اُسنے سینے میں حسرت وہاں

وُہ عالم عجب اضطراری کا تھا
کہ برپا نشان بیقراری کا تھا

عیاں اُسنے شعلے بھڑکنے لگے
خرد کے قدم وہاں سرکنے لگے

جگر میں طپش اضطرابی کی تھی
یہہ نوبت یہ نوبت خرابی کی تھی

لگے اُس سے پرواز کرنے کو ہوش
لگا صبر ہونے کو خانہ بدوش

وُہ رخصت لگی ہونے طاقت وہاں
لگی جیش کھونے فراقت وہاں

اِدھر عالم حسن پرجوش تھا
اُدھر عشق غارت گر ہوش تھا

وُہ موسوم سب میں خجستہ لقا
کیا عشق نے اُسکو خستہ لقا

عجب عالم حسن کا دور وُہ
غضب آفت عشق کا طور وُہ

وہ چہرے پہ اُسکے جوانی کا رنگ | ولے دل کو تھا زندگانی سے ننگ

عیاں غرقِ دریائے خوبی تھی وہ | نہاں بحرِ آفت میں ڈوبی تھی وہ

نزاکت سے گرچہ وہ ہمدوش تھی | مصیبت سے لیکن ہم آغوش تھی

اُسے دیکھ حیران خورشید و ماہ | وہ حیران ہر دم ز بختِ سیاہ

جہاں اُسکی تصویر کی مبتلا | وہ تصویر پر نازنیں کی فدا

وہ ظاہر میں زلفِ سیہ مشکبار | یہ باطن میں ہر دم جگر تار تار

خجل قد سے گلشن کا عالم وہاں | وہ حجرے میں تھا نخلِ ماتم یہاں

چمن میں نگاہوں سے نرگس کو رشک | وہاں دورِ مستی یہاں تارِ اشک

خجل لعلِ نوشیں سے یاقوت تھا | یہ خونِ جگر اُسکا نت قوت تھا

دل آرام تھی وہ بنی جان کی | یہ عاشق تھی دل سے وہ انسان کی

خراماں چمن میں وہ طاؤس وار | ولے دل بصد شوق پابوسِ یار

میسّر تفرّج تھا اور سیرِ باغ | یہ لالہ کی ہم شکل سینے میں داغ

رکھا عشق نے اُسکو برباد کر | یہ تھا حُسن کا اُس سے آباد گھر

تعجب یہاں کچھ نہ منظور ہے | دو رنگی زمانے کی مشہور ہے

ولے چشمِ باطن سے کر کچھ نظر | کہ اسرار ہیں اور ہی جلوہ گر

یہہ بھی عشق آتش سے گر ہم قبیل
پہ آتش ہیں ہے حسن باغ جلیل

نہو جاوے یہہ عشق سے سوختہ
کہ ہے حسن نور برافروختہ

اداؤں میں اسکے نہ آجاوے فرق
نہ ہے ماہ تاباں مخوف زرق

اس عالم میں بھی وہ خجستہ لقا
ہوئی ہے نہ یکدم گذشتہ لقا

مبرا جمال اسکا از عیب تھا
وہ نکھرا ہوا حسن لاریب تھا

وہ باطن میں بدلا ہے کچھ اسکا حال
پہ ظاہر وہ دونا ہوا ہے جمال

دکھاوے ادائی اداؤں کا طور
ہوئی آفت عالم عشق اور

عجب حسن کی صورت آرائی تھی
پریشانی ہمرنگ رعنائی تھی

اس عالم میں سب کچھ تھا زیبا وہاں
نیا طور تھا رونق افزا وہاں

وہ آشفتگی یاورِ حسن تھی
وہ بے زیوری زیورِ حسن تھی

وہ پوشاک کی سادگی میں وہی
دوبالا تھی خوبی کی جلوہ دہی

نہ حاجت بزیبائی خال و خط
خداداد دولت تھی وہ ہر نمط

عجب دلبری کی وہ مشق تھی
کہ دل دادہ وہاں صورت عشق تھی

ہر انداز نے گرچہ پھیلائے رنگ
رہا خوبروئی سے پر ہوکے دنگ

غرض عشق کو حسن سے رشک تھا
یہہ آب رواں اور وہ اشک تھا

لگی اُس نے گوٹا لکھا آتش زنی
یہہ شعلہ صفت اور ہی کچھ بنی

گریباں میں اُسکے پڑا ہی جو چاک
ہوئی حُسن کی وہ سحر تابناک

وہ چین بر جبیں صورتِ قہر تھی
غلط بحر خوبی کی یک لہر تھی

کیا غم نے بیمار و معیوب سبی
نزاکت کی بن آئی وہاں خوب سبی

الم سے ہوئی زرد ہم شکل دہوپ
وہ نکھرا ہی ظاہر مین کندن سا روپ

مصیبت میں کنگھی جو دی اُسنے ڈال
ہوئے ماہیِ حُسن کے زلف جال

کیا مانگ سے اُس نے برباد دُر
دلوں سے کئی حُسن نے مانگ پر

بنا گوش کو تھی نہ لولو کی چاہ
نہ مُحتاج تاروں کی ہی سحرگاہ

بیاضِ گلو کو نہ مالا سے کام
کہاں چاند رکھتا ہی ہالے سے کام

نہ کچھ دھگدھگی کی اُسے تھی ہوس
تھی یک دھگدھگی اُسکی ہنبول بس

کفِ دست دیا خونِ عاشق سے لال
حنا کی نہ سرخی کا تھا دھیا خیال

نہ دلبر وہ محتاج پہنچی ہوئی
کہ تھی خوبروئی میں پہنچی ہوئی

نہ چھلوں سے تھی انگلیونکو غرض
نگیں ہاتھ تھا حُسن کا بے عوض

نہ ہر چند پازیب تھے زیب پا
رہے پاؤں پڑنے سے تھے زیب پا

جو اشک آگئے اُسکے رخسار پر
ہوا حُسن کا اور گلزار تر

درم سر دیے بستۂ درد و غم — صبا خیز سر چشمۂ صبحدم

وہ کاجل جو پھیلا نم اشک سے — غزالوں نے وہاں جی دیا رشک سے

لبوں کو نہ مستی کی درکار تھی — سیاہی سے یاقوت کو عار تھی

غرض ہر نمط حسن غیور تھا — نہ محتاج تھا اہل مقدور تھا

کئی عشق نے ترک و تازی یہاں — یہ تھی حسن کی جاں نوازی یہاں

چمن زار گر ہووے سیراب گل — تو پروا نہیں گر پڑیں لاکھ گل

اگر فصلہ رز کو کاٹے کوئی — نکلتی ہے پھر شاخ ہر یک نئی

لئی عشق نے چھین جو کائنات
فقط دولت حسن کی تھی ذکواۃ

چوں جاں بلب رسید در آمد بہ پیش او — آں محرمی بسان طبیب صفا نہاد

از مژدۂ وصال رخ دوست تربتے — در کام جان تشنۂ آب لقا نہاد

پلا ساقیا بادۂ تلخ و تش — کہ آنے لگی ہے مصیبت سے غش

وہ عشرت سرا دیکھ ماتم کا گھر — مرا جوش کھاتا ہے خون جگر

پھنسی دام غم میں خجستہ لقا — کووے خوش دلی کس طرح دل میں جا

وہ مہ جب سے خاطر پریشاں ہو — رہی اپنے عالم میں حیران ہو

غم عشق رہنے لگا دم کے ساتھ — ہوئی ہے وہ ہم صحبت اس غم کے ساتھ
کیا یاس نے اسکو بے صبر و تاب — قلق نے دیا خواب و خور کو جواب
توانائی کی فوج رخصت ہوئی — مصیبت کی تحویل قوت ہوئی
خزانے کا مالک ہوا جا کے درد — ہوئی میر اقلیم جان آہ سرد
الم ہو علمدار اس جیش کا — کیا اس نے برباد گھر عیش کا
پڑا جام عشرت میں آ اسکے درد — ہوئی شادکامی مصیبت کی گرد
اس عالم میں وہ غم سے مشغول ہو — رہی بیٹھ حجرے میں معزول ہو
لگا دینے جونکی وہاں ضعف آ — رہا ہے عمل اس پہ اندوہ کا
وہ غایب ہوئیں سب طرحداریاں — لگی کھینچنے غم کی بیماریاں
نہ وہ میل گلشن نہ وہ سیر باغ — پڑا دل میں تھا لالہ سان اسکے داغ
چھپرکھٹ پہ لیٹ اپنے آٹھوں پہر — اسی دھیان میں مست شام و سحر
نہ لب پر خموشی سوا بات تھی — پڑی اس تصور میں دن رات تھی
کیا ہی حکیموں نے از بس علاج — نہ صحت پہ آیا ہے اسکا مزاج
یہاں تک نہ ہو نکتہ پرداز عشق — رہی ہے حیا سے چھپا راز عشق
نہ بیماری عشق کا ہے طبیب — کوئی در جہاں غیر وصل حبیب

خواصیں یہہ سب اسکا احوال دیکھ | مصیبت میں جاں اسکی پامال دیکھ
سبھی زیست سے اپنے آئیں بہ تنگ | گرا ساغرِ عیش بالاے سنگ
تھی وابستہ سب کی خوشی اُسکے ساتھ | گویا زندگی سب کی تھی اُسکے ہاتھ
کیا غم نے اُسکے یہہ پیدا اثر | ہوا سب کا داغوں سے خستہ جگر
غرض جب گہن مہ سے ہو متصل | تو ہوتے ہیں تارے سبھی مُردہ دل
ہو محزون جس باغ کا باغباں | رُخِ گل پہ ہے تازگی پھر کہاں
اگر غم زدہ گھر کا مختار ہو | تو غمدیدہ سب اُسکا گھربار ہو
کسی کا جو بیمار آقا رہے | وہ مشغول عشرت سے پھر کیا رہے
اگر ناخدا غرقِ طوفان ہی | بچے پھر وہ کشتی نہ امکان ہی
مریں لاکھہ پر لاکھہ کا خیرخواہ | سلامت رہے لاکھہ کی ہی یہہ چاہ
غرض یہاں تلک جادوئے ہندوستاں | تھی مرہوب از بیمِ شاہِ جہاں
بصد درد کر اپنے دل کو کر لخت | رہی تھی تغافل منش ہوکے سخت
اُس عالم میں با درد و محنت آگے | نظر کر بہ دوشِ ہلاکت اُسے
لگی کہنے دلمیں وہ غمناک ہو | بصد داغ حسرت جگر چاک ہو
کہ ہیہات یہہ ماہ پارہ یہاں | بنا حال یہہ اسکا رہ یہاں

عجب لیتکے بیٹھی ہے خاطر پہ داغ
ہے گل اسکا ہونے پہ اسدم چراغ

ہے ممکن اسی غم میں مرجائیگی
لے حسرت یہاں سے گذر جائیگی

اگر ہند سے میں نہ آتی یہاں
گرفتار آفت یہہ ہوتی کہاں

دریغا وہ تصویر سلطان عشق
دبیر ازل کا وہ فرمان عشق

قدر نے مرے ہاتھ بھجوا دیا
قضا نے مجھے قاصد اپنا کیا

زبس عشق اسکا گلوگیر ہے
نہ اس درد کی کوئی تدبیر ہے

کسی شی سے ہوگا نہ اسکا علاج
بجز جام وصل ہمایوں مزاج

کہاں تک ستم اور کہاں تک یہہ جور
یہہ بیجا ہیں سب بے وفائی کے طور

یہہ بہتر ہے اسدم گذر آپ سے
ذرا بے خطر اسکے ہو باپ سے

محبت کی ہو راہ میں جاں نثار
کروں اسکو مسرور از وصل یار

جو تقدیر میں ہے سو مٹتا نہیں
مجھے جان کی اپنے پروا نہیں

بھلا کچھہ ثمر زندگانی کا یہہ
مزا دیکھہ لیوے جوانی کا یہہ

یہی خوب ہے اسکو مطلوب سے
ملانا بصد عیش محبوب سے

وہاں سے اڑا اسکو لاتی ہوں اب
بجلباب خلوت تنہائی ہوں

جہاں تک اپنے ذوق اور شوق ہو
رہے اسکی گردن کا یہہ طوق ہو

ملیں لب سے لب اور ملیں دل سے دل | کریں چین یکبار آپس میں مل
یہہ داغ جگر سوز کچھ دور ہو | غم ہجر سینے سے کافور ہو
سعادت سے مقرون عجب ہی وہ شب | کہ جس شب میں ہو ہمقران طرب
یہہ دو مہر رخسار دو مہ جبیں | گل صنعت باغ جان آفریں
بچھا کامرانیکی باہم بساط | رہیں ہو ہم آغوش فرح و نشاط
بجز محرم وہاں کوئی ہمدم نہو | بجز شمع فانوس محرم نہو
یہہ لب سے کرے اسکے شکر خوری | وہ قامت سے نخل طرب پروری
کہیں ہاتھ ڈالے یہہ اسکے گلے | کہیں سو رہیں ہر دو باہم ملے
کبھو ذوق مستی سے پی لیویں جام | کبھو عیش کی داد دیویں تمام
جہاں تک ہو منظور پردیکے اوٹ | اٹھا دیں مزہ داریاں لوٹ پوٹ
غرض جس طرح عیش منظور ہو | نہ جب تک تمنا سے تب دور ہو
یہی مدعا ہی اگر جان ہی | سوا اسکے باقی نہ ارمان ہی
یہہ کر دلیں اقرار اور کہا قسم | چلی آئی بھرتی مسیحائی دم
وہ مہ اس گھڑی اپنے ایوان میں | چھپر کھٹ پہ لیٹی تھی دالان میں
نکلتا تھا سینے سے دود جگر | دم سرد بھرتی تھی با اشک تر

پھنسی جسم کے قید میں روح تھی — وہ مہمان ہم شکل مذبوح تھی

کہ اتنے میں وہ واقف کار عشق — نوادر مسیحائے بیمار عشق

لیئے وار نو سے وعدۂ وصل یار — قریب اسکے پہنچی ہی آ ایکبار

اس عالم میں دیکھہ اسکو وہ دلربا — ملا آنکھیں کہنے لگی مسکرا

اے نوبادۂ حسن وریحان عشق — رہے تجھہ سے سرخوش گلستان عشق

ترے دل کا افسردہ کیوں ہی چراغ — عبث تو جوانی کو دیتی ہی داغ

وہ مکھڑا کہ مہ جس کی دائی ہی قدر — ہلال اسکے دیکھے سے ہو جاوے بدر

لگا اسکو کلفت سے داغ ملال — کیا ضعف نے تو نے رنگ ہلال

لگا ہی ترے مفت یہہ حسن ہاتھہ — کہ کھونے پہ ہی تو اسے غم کے ساتھہ

وہ ہی کون جسکے لئے روگ لے — تو بیٹھی ہی یہہ موت کا جوگ لے

میں صدقے ترے پر کروں اسکو لا — اری ایک نفرہ ہی وہ مرد وا

فرشتہ ترے دیکھے قدموں پہ جان — میں اس شخص کا تھام لاتی ہوں کان

ترے جی لگانے کے قابل نہیں — ہو ذرہ قمر کے مقابل کہیں

ولے پاس داری کر اس چاہ کی — مروت ترے نالہ و آہ کی

وہاں سے اڑا اسکو لاتی ہوں میں — ترے پاس لا کر بٹھاتی ہوں میں

عجب اُسکے اقبال ہیں بے نظیر
کیا جسکی الفت نے تجھکو اسیر

اگر لاکھ ہوتی اُسے تیری چاہ
نہ ممکن تجھے دیکھتا بھر نگاہ

یہ تیری کشش دام الفت میں اینچ
اُسے کس طرح دیکھہ لاتی ہی کھینچ

رسائی نہ سیمرغ کی ہو جہاں
مگس خوان نعمت پہ بیٹھے وہاں

مثل خوب ہی یہہ کسی کی کہی
سوہاگن وُہی ہی جسے پیا چاہی

ہی حضرت سلیماں کی مجھکو قسم
ہیں لانے یہ ہوں اُسکے ثابت قدم

اری دل سے دھو اپنے داغ فراق
کہ گل ہو چکا ہی چراغ فراق

ہوا بخت کا تیرے کوکب طلوع
تو لیتی ہی کیوں اس طرح با خشوع

بناو اپنا کر ہو کے فرخندہ حال
کہ آتا ہی یکبار دور وصال

جہاں تک تیرے دل کی ہوگی خوشی
تو ساتھہ اُسکے بیٹھہ اور جی وصلی

ہیں صدقے تری اب پرستار ہوں
فدا تیرے قدموں پہ ہر بار ہوں

اُسے دیکھہ لاتی ہوں میں کسطرح
ترے سے ملاتی ہوں میں کسطرح

یہ اتنی میں صدقے مری بات مان
غم درد کا چھوڑ یکبار دھیان

یہہ حاضر ہی زیور جو درکار ہو
مرے پاس خاطر سے تیار ہو

با س اس تکلف سے کر اپنا چست
کہ آوے نظر خوبروئی درست

جلاتی ہوں میں لا تیرے سپند ۔ کہ تا چشم بد سے نہ آوے گزند
تبسم سے چہرے کو گلگون کر ۔ مجھے شادکامی سے ممنون کر
ذرا حجرۂ غم سے باہر نکل ۔ ابھی سیر کو میرے ہمراہ چل
بہار چمن ہے تری انتظار ۔ کھڑی در پہ ہے جام لے لالہ زار
ذرا اشک نرگس کے شبنم سے دھو ۔ کہ تیرے لئے نت دیا اُس نے رو
ترے غم نے کھویا گلستان کو ۔ پریشاں کیا سنبلستان کو
بنفشہ کا ہے ماتمی نت لباس ۔ گل و غنچۂ باغ ہیں سب اداس
جو بلبل چمن میں تھیں نغمہ کناں ۔ جدائی سے تیری ہیں سب در فغاں
نظر کر درختوں پہ قمری کے جوق ۔ کہ پہنے فراقت کے بیٹھے ہیں طوق
ہے تیرے سوا تختۂ بوستاں ۔ خزاں دیدہ مثل رخ دوستاں
ذرا راگ سن چل کے ای غنچہ لب ۔ جہاں کے تہاں ہیں دھرے ساز سب
فراغت تجھے دیکھ میں جاؤنگی ۔ اُسے ہند سے لیکے پھر آونگی
مرے قول و اقرار پر کر عمل ۔ قسم کھا چکی ہوں میں اب بے بدل
اگر جھوٹ میرا یہہ اقرار ہو ۔ تو زوج سلیماں بیزار ہو
اسی دم مجسّم لقا رشک بدر ۔ مہ آسماں نیز اوج قدر

رتنا بھوسن

یہہ سن سر بسر مژدۂ وصلِ یار ‌ خوشی سے گئی پھول مثلِ بہار
نئے سر سے پھر آگئی تن میں جان ‌ دوبارہ گویا جی اُٹھی ہے وہاں
یہ جبرا وہ طرزِ نزاکت دکھا ‌ چڑھا چیں بابرو ہوئی ظاہر خفا
لگی کہنے جذبے میں آ ایکبار ‌ اری بیوفا کافرِ روزگار
میں کس کے لئے بیٹھی ہوں روگ لے ‌ سُناتی ہے جو مجھکو اب داغ دے
عجب مکر پھیلا یا تو نے یہاں ‌ کھلا مجھ پہ تیرا یہہ رازِ نہاں
پڑی ہے تجھے یاد اُس یار کی ‌ کشش دلمیں ہے اُسکے دیدار کی
مبارک تیرے دلکی وہ آرزو ‌ پر اتنی نہ کر مکر سے گفت وگو
اگر تجھکو جانا ہی درکار ہی ‌ رضا دے چکی میں تو مختار ہی
کسو کا نہیں مجھکو سودا ہی کچھ ‌ تو رخصت ہو مجھکو نہ پروا ہی کچھ
میں واقف مسافر کی ہوں ریت سے ‌ ہوں بیزار ہرجائی کی میت سے
جو کچھ تجھکو درکار ہو مانگ لے ‌ اگر یک دانگ چاہے تو سو دانگ لے
میں دینے کو راضی ہوں جو کچھ کہے ‌ کسو پاس دولت نہ قایم رہے
بھلائی سے ہمکو سدا کام ہی ‌ کسی کی برائی سے کیا کام ہی
نہ ہم ایسے بے رحم و بے درد ہوں ‌ رہیں نوبتِ داد میں سرد ہو

کرم کے یہاں بحر کھاتے ہیں جوش
سدا دیکھتی ہی تو با چشم ہوش

خسیسوں سے بہلا کے کچھ مال لے
کہ دہوکے سوا کچھ نہ اُنسے ملے

نہ مجہول ہوں میں تو ہشیار ہو
اِس ابلہ فریبی سے بیزار ہوں

ہوں واقف وفا داریونسے تری
ہمیشہ کی غمخواریوں سے تری

اگر اس جہاں سے میں مرجاؤنگی
نہ خوبی تری بھول کر جاونگی

جو مارا ہی تونے کلیجے پہ تیر
ہوا ہی نہ اب تک وہ مرہم پذیر

ترے وہ سخن مجھکو سب یاد ہیں
قیامت تلک زخم فولاد ہیں

بھلا یادگاری یہہ دیگر مجھے
دئے جاتی ہی اب نئے سر مجھے

میں راضی ہوں جا یار سے مل تو آپ
تری کار گر کچھ نہیں بھول تھا پ

تو قابل رہے اُسکے بستر کی ہو
نہ یہہ شیر مادہ کسی نر کی ہو

نہ واقف تھی میں پہلے اَی بد شعار
کہ دل سے تو کرتی ہی اُسکو پیار

وہ معشوق تیرا ہی عاشق ہی تو
بھلا عشق میں اُسکے صادق ہی تو

قلمدان لا شقہ مہر دار
ابھی مجھ سے لکھوا ہی لے ایکبار

مرے کنج داران دولت کو دے
فزوں حوصلے سے ترے مال لے

لیجائیگی درکا ہو وے جدھر
وہ ساعت میں پہنچا ہی دیویں اُدھر

زیادہ نکر مجھ کو اِس دم خفا ہی منظور ہووے کسی کا بھلا
یہہ سنکر لگی کہنے وُہ سیم تن نہ بندی کے ہی دل میں میلِ وطن
نہ پیدا کوئی آشنا ہی کہیں بجاے برادر ہی وُہ نازنین
یہ مہلت ہی ہر کام میں باصواب خصوصاً یہہ ہی عشق عالی جناب
یہاں صبر و طاقت ہی آرام بخش نہوتی ہی عجلت یہاں کام بخش
نہ معیوب شہوت پرستی سے ہی مُبرّا یہہ چالاک دستی سے ہی
نہو دل کسو کا اگر دردناک مزہ کیا اُسے دیوے پھر عشق خاک
نہیں اِس طرح کی میں ہوں وُہ بُلو کہ یکدم یہاں لا کوئی مرد وا
بجز عشق کامل اُسے بار دوں بلا سر یہ شہوت پرستی کی لوں
ابھی عشق کامل ہی پروا نہیں بڑی مطلب آرائی بیجا نہیں
وِصالِ محب دولتِ کامل است بجز دردِ دل شہوتِ باطل است
ہوئے جب یہہ آپس میں راز و نیاز اُٹھی بسترِ خواب سے سروِ ناز
ہوا درد و غم اُس گھڑی دور سب مصیبت گئی ہو کے کافور سب
گئی ہی وُہ بیماری یک آن میں نقاحت نہ باقی رہی جان میں
وُہ محنت سے راحت بدل ہو گئی دھمک حسن کی بے مثل ہو گئی

نہ وہ داغ تھا اور نہ وہ درد تھا
خوشی سے بھرا وہ دم سرد تھا

اسے دیکھ یکبارگی شادکام
بجانے لگیں شادیانے تمام

پڑی جو خواصوں میں عشرت کی دھوم
وہ ہم صحبتوں میں تھی صحبت کی دھوم

جو غم سے تھیں اُس آن میں سب ملول
گئیں عیش و عشرت سے یکبار بھول

وہ صدقے فقیروں کو دینے لگیں
خوشی سے مئے ناب پینے لگیں

نیاز اور نذروں کا چلتا تھا دور
نئے سر سے آیا ہی عشرت کا طور

وہی شادکامی وہی راگ و رنگ
نشے کے وہی پھیلے ہر سو ترنگ

خوشی کے سوا واں نہ کچھ بات تھی
کہ دن عید اور رات شبرات تھی

غرض عشق کے ہیں عجب راہ و رسم
زبس اُسکے اسرار ہیں پر طلسم

توابع سبھی اُسکے ہیں جسم و جاں
توانا ہیں محکوم اور ناتواں

وہ حاکم ہی شاہانِ فیروز کا
مساکینِ غمناک و دلسوز کا

پلاوے کبھو مرگ و محنت کا جام
کرے گاہ غمدیدہ کو شادکام

کسے گور میں یہہ سلاوے کہیں
پس از مرگ کس کو جلاوے کہیں

ہی مرگ و حیات اُسکے فرمان میں
تماشا دکھاتا ہی ہر آن میں

ہر یک دم نئی اسکی انداز ہی
عجب نوع کا شعبدہ باز ہی

جون اُمرِ دال الا عیل طلسم و طرابہ حسن ‌‌‌ ‌ ‌ جادوے ہند پر روبسوے مدعا تہا

ای ہدہد مستش ساقی با وفا ‌ ‌ دیا پر سبا سے کوئی جام لا
کھلیں جس کے پینے سے اسرار عشق ‌ ‌ سما دیں نگاہوں میں انوار عشق
تفاوت اُٹھے دو رو نزدیک کا ‌ ‌ نمایاں ہووے ربط تشکیک کا
کہ شان عشق کی دیکھ کیا خوب ہے ‌ ‌ کہ طالب یہاں خود وہ محبوب ہے
چلی جادوے ہند اب سوے ہند ‌ ‌ بسمت دلارام دلجوے ہند
کہ تا اُس مہ اوج اقبال کو ‌ ‌ چراغ شبستان اجلال کو
اُڑا ہند سے لا پرستان میں ‌ ‌ کرے فتنہ برپا گلستان میں
زبس وہ ہر یک فن میں مشتاق تھی ‌ ‌ ذکاوت میں مشہور آفاق تھی
ہر یک کام اُس مہ کی تدبیر کا ‌ ‌ تُلا جیسے میزان تقدیر کا
کوئی ہمقران سعد دیکھ رات ‌ ‌ مؤثر کواکب کے سب ناظرات
قلم ہاتھ میں لے وہ جادو رقم ‌ ‌ دکھا نو طرازی نوک قلم
خجستہ لقا کا وہ نقشہ اُتار ‌ ‌ کیا یار جو اُس نے رشک بہار
عجب اُس دل آرام کی ہو بہو ‌ ‌ بشکل آپ ہی تصویر یک مو بمو
نظر جس پہ کر ہو ویں حیرت زدہ ‌ ‌ صنم خانہ چرخ پر جم دمہ

بنا ایک آئینہ دان بے بہا زبرجد و الماس و یاقوت کا
بنا اُس میں وُہ صورتِ دل پذیر طلسم ایک برپا کیا بے نظیر
پھر اُس بعد کر دور اپنا سنگار وُہ پیشواز و کُرتی وُہ انگیا اتار
وُہ مردانہ وش ایک پوشاک چُست پہن اُس بدن کے مُوافق دُرست
وُہ لونڈوں کے ہم شکل ہو نازنیں ہوئی فتنہ پرداز روئے زمیں
وُہ عالم عجب اُسکا زاہد فریب زبس کج کُلاہی سے پایا ہی زیب
وُہ امرد و بشی سادہ وہی کا طور تھا غارت گرِ صبر آفت کا دَور
وُہ انداز اُس قد کا جادو شکن بلائے جہاں فتنۂ مرد و زن
پھرا لب پہ سوسن کے غنچے کئی دکھا آبداری وُہ خط کی نئی
کئی سحر ایک اُس نے برپا وہاں قیامت ہوئی آشکارا وہاں
جہاں تک کہ لونڈوں کے ہیں شعبدے وُہ پوشاک و اطوار سے زیب دے
بنی ہے اِس اطوار سے ہو بہو کہ تا فرق اُسمیں نہ آوے کبھو
چھپانے کے بدلے کئے سب سوانگ یہ حُسن اُس سے افزوں ہوا چار دانگ
وُہ شوخی و تیزی وُہ چالاکیاں زبس گرم جوشی وُہ بے باکیاں
سبھی اُسکے انداز سے جلوہ گر جہاں ہو چکا چوند تا یہ نظر

جسے دیکھ عبّاد جادوں بھل | پڑے زہد صد سال میں آخلل
وہ کاکل کا عالم وہ زلفوں کے پیچ | کرلیتے تھے دل ہر گھڑی سب کا لیچ
وہ لٹوں دونکے ہو حسن کی یک دلیل | کیا یہ جبینوں کو اُس نے ذلیل
وہ پوشاک بھی اردونکی مثال | نزاکت لیاقت کے سب جب حال
تمامی کی طرفہ وہ تھی جما | رکھی سر پہ وھاں خوش نمائی سے لا
زبس سر پہ نازک وہ سرپیچ تھا | کہ غارت گرِ عقل ہر پیچ تھا
جسے پیچ بینی کے سب متصل | جہاں پیچ کھاتے تھے نت جان و دل
تھا پر جو اُلٹے ہیں نہ کھا کے بل | ہوا دورِ گردوں فدا سر کے بل
کہیں پیچ پر آگرا ہی جو پیچ | کیا اُس نے آفاق و انفس کو ہیچ
وہ شانے پہ یک پیچ جو آپڑا | رہا اژدہا زرد لٹکا ہوا
دیا تازیانہ تھا از راہِ غرور | کہ تازی حسن اُس سے جھکا ہی اور
وہ کاکل پہ دستار زر دل کشود | تماشا یہ شعلۂ نارِ دود
دیا دامنِ ابر سے آفتاب | برآمد ہوا ہی بصد آب و تاب
وہ چپکن تھی زربفت کی تنگ و چست | نزاکت نظر آوے جس سے درست
وہ ململ کا کرتا برنگ حباب | کہ جس کی ہم خانۂ آفتاب

پڑا انکے سینے میں تھا اُسکے چاک — سحر کا جگر جیسے ہو خوف ناک

لے نیفے سے اُس پاجامے کا رنگ — سنہرے شفق جس سے ہو جائے دنگ

وہ کمبخت کا کفش یک بے بہا — جھکا ذرق قدموں تلے آرہا

جواہر کی بی مول ہر یک عدد — پہن اُس نے کی دلبری کی مدد

دے شہوت پرستوں کے سینے کو داغ — کیا اُس نے فتنے کا روشن چراغ

اگرچہ یہہ مردانہ وحشی تھا لباس — ولے نازکی صرف تھی حق شناس

چھپانے کے بدلے کیا یہہ کمال — دیا حشر کو اُس نے دھوکے میں ڈال

اُٹھی ہی وہ نازک تنی پاکے زیب — دوبالا ہوا حسن عالم فریب

غرض دور فتنے نے پایا وجود — ہوا آفتوں کا نوا ور نمود

خجستہ لقا کو دکھا یہہ بہار — بلائیں لے اور ہو زیس جاں نثار

لگی کہنے اُس مہ سے ای شمع رو — مرے بعد غمناک مت ہو کبھو

گلے میں میں ڈال اُسکے الفت کا پیچ — ترے پاس لاتی ہوں یکبار کھینچ

کئی دن سے آجا دے آرام جاں — کرے تجھکو محظوظ از کام جاں

اُسی کے لئے میں نے بدلا یہہ بھیس — چلی سر مطلب ترا چھوڑ دیس

جو زندہ رہی لے اُسے آونگی — نہ وعدے سے میں اپنے ٹل جاونگی

وگر مر گئی تو یہہ صدقے ہے جی ‏ ‏ کرے عمر صد سال ایزد تری
یہہ سن لگ گلے اُس کے بے اختیار ‏ ‏ لگی رونے وہ ماہوش زار زار
یہاں تک وہ روئی کہ ہچکی لگی ‏ ‏ گیا اُسکا وحشت سے گھبرا کے جی
وہ جادوئے ہند اُسکا یہہ دیکھہ حال ‏ ‏ وہیں آب دیدہ ہوا باصد ملال
مفرح دیا قوتی لا اُس گھری ‏ ‏ کھلا اور شربت پلا اُس گھری
تسلی سے دے ہاتھہ پر اُسکے ہاتھہ ‏ ‏ قسم یاد کر شادکامی کے ساتھہ
اُسے شاغل عیش و آرام کر ‏ ‏ گئی لینکے رخصت اُسیکی کام پر
تحایف وہانکے نوادر تمام ‏ ‏ تھے ہمراہ سب اُسکے باہتمام
بظاہر تھا پیشہ تجارت کا ساتھہ ‏ ‏ تھا باطن میں اسباب غارت کا ساتھہ
بھی کلدار دو گھوڑے تھا جنکا نام ‏ ‏ نوادر سبا سیر و گردون خرام

جواہر کا تیار کروا کے زین
گئی ساتھہ لے اپنے وہ نازنین

دوکان بکوسے ہند زہے فتنہ انگیز ‏ ‏ وان لعبت طلسم و جمال جفا نہاد

پلا مجھکو ساقی وہ گلفام مے ‏ ‏ نشے میں منازل کروں جسکا طے
کہیں سے لگا دھیان ہے اب کہیں ‏ ‏ یہہ نشہ مستی عشق ہے یا نہیں

اگر شہرِ مطلب میں ہووے نزول / تو ہو جاوین پھر سب مقاصد حصول
نہ خواہش چمن کی کرے عندلیب / نہ ممکن گلوں کے وہ بیٹھے قریب
پرستاں سے راہی ہو جاوے ہند / چلی آئی یکبارگی سوے ہند
جہاندار شہ کی حکومت میں جا / وہ عمدہ سرِ چوک دوکاں لگا
رکھا سرار کو اپنے اُس دم نہاں / لگی کرنے ظاہر تجارت وہاں
نوادرِ ہر یک شی پرستانکی / ہوئی زیب بخش اُسکی دوکانکی
وہ تصویر اُس مہ کی گیتی فریب / گئی اُس نے بر پا بصد فر و زیب
ہوا اُس سے سرگرم بازارِ عشق / ہوا اِیک عالم خریدارِ عشق
وہ صورت کے رکھنے سے بر آن وہ / ہوئی جاں فروشونکی دوکان وہ
جو نقشہ کھڑا مہ کی قامت کا تھا / کہے تو کہ جلوہ قیامت کا تھا
متاعِ خرد کی خریدار ہو / رہی فتنہ انگیز بازار ہو
سرِ رہ جو اُسکی دکاں سے گیا / تہی دست ہو نقدِ جاں سے گیا
وہ بے مول قایم عجب جنس تھی / گویا آفتِ عالمِ انس تھی
وہ تصویر جاں بخش کی عنو ریب / بچھا مسند یک دلبرکی عجیب
نزاکت سے تکیے پہ رکھا اِیک ہاتھ / ہر یک دم عجب خود نمائی کے ساتھ

وہاں بیٹھتی تھی وہ جادوئے ہند | جنونکی دکاں کھول برروئے ہند
کھڑی فتنۂ دہر مورت وہاں | عجب دلربا اسکی صورت یہاں
وہ غارتگر عالم جان تھی | یہہ جاں پرور جسم انسان تھی
کیا اُسکے عالم یہ بت نے سبھو | یہاں صرف مجرائی تھے سب ہنود
وہ دوکاں بلائے دل و دین تھی | فدا اُس پہ ہر لعبت چین تھی
روے صنم خانۂ آسماں | کسو نے نہ دیکھا یہہ فتنہ کہاں
اُڑی شہر کی جب یہہ خلقت میں دھوم | لگا ہونے پھر تماشا ہجوم
سر راہ کثرت ہوئی اِس قدر | کہ دیوار اجسام تھی رہگذر
نہ جب تک کوئی کھائے دھکے ہزار | نہ ممکن کہ اُس رہ سے ہو جائے پار
اگرچہ سپاہوں کا تھا بند و بست | یہ تھہدوں کا عالم تھا چالاک دست
یہی ذکر و چرچا تھی ہر سو بسو | ہر یک گھر میں قایم یہی گفت و گو
لگی آنے خلقت وہیں دور سب | تھا برپا سر راہ فتنہ عجب
لگا ہونے دیوانہ تب ہر کوئی | نکلنے لگی بات ہر یک نئی
وہ مورت کوئی دیکھ بیجان تھا | یہہ صورت کوئی دیکھ حیران تھا
کسو نے کہا یہہ مہ و مہر ہیں | کسو نے کہا آفت و قہر ہیں

کسو نے کہا شکل جوڑا ہیں دو — کسو نے کہا نور یک جا ہیں دو

کسو نے کہا حور و غلمان ہیں — کسو نے کہا جن و انسان ہیں

کوئی آشنا اُس قیامت کا تھا — کوئی مبتلا اسکے قامت کا تھا

تبسم سے اُسکے کوئی سینہ چاک — تکلم سے اسکے کوئی دردناک

کسو نے دیا نقد جاں اُسکے ہاتھہ — کسو نے کیا صرف دل اس کے ساتھہ

کہا کس نے بزم پری زاد ہی — کسو نے کہا سحر ایجاد ہی

کوئی دیکھہ چہرہ وہ مرنے لگا — کوئی مست ہو ہوکے گرنے لگا

عجب حسن غارتگر جان تھا — بلا اور فتنے کا طوفان تھا

غرض ہر کہیں نت یہہ چرچا رہی — بہر سو قیامت یہہ برپا رہی

نوادر خبر حسن یہہ آفاق گیر — سواری سے آکر وزیر و امیر

عیاں دیکھہ یہہ صورت بعث و نشر — نوادر دکان فتنہ پرداز حشر

ہر یک کوئی اُسکا خریدار ہو — رہا شعلہ افروز بازار ہو

یہہ قیمت نہ اُسکی کوئی دے سکا — نہ فتنے کا پرکالہ وہ لے سکا

جو جاں دیکے آفت کو لیتے ہیں مول
وہی ابن قیامت کو لیتے ہیں مول

شہ بے سبا گرفت ہمایوں مزاج ہیں — بیروں نہ ہو زاز حرم خود نہ پا نہاد

وہ مے ساقیا سر جوش ہے — جو پردے میں اس خم کے روپوش ہے
ذرا کھول اور جام بھر دے مجھے — اس عالم سے بے ہوش کر دے مجھے
کہاں تک میں اس گھر میں تنہا رہوں — بھلا ہے کسو کا ہو شیدا رہوں
یہہ سن لیجے گوش دل سے ذرا — ملک زادۂ ہند کا ماجرا
ہوا جب یہہ پیدا ہمایوں مزاج — کل سلطنت وارث تخت و تاج
اسی دن سے تا چار دہ سال وہ — پلا ہے محل میں بہ جلال وہ
نہ سیر چمن کے سوا ایک دم — کہیں گھر سے باہر رکھا ہے قدم
سبب اسکا ہے اس طرح دل فروز — کہ اس مہ جبیں کے تولد کے روز
بلائے تھے شہ نے جو اہل قیاس — نجومی و رمال طالع شناس
نظر سب نے طالع میں کر غور سے — کیا عرض شہ سے تھا اس طور سے
کہ ہیں بخت اس گل کے آفاق گیر — جہاں میں یہہ ہووے سکندر نظیر
سدا کامبخش اپنے اقبال سے — رہے ہمقراں دولت و مال سے
یہ اتنا لکھا ہے یہہ اقبال میں — خطر ہے اسے چودھویں سال میں
محل سے یہہ باہر نکل کر کہیں — ہو عاشق کسی نازنیں پر کہیں

خرد کی ہوں مہمانیوں سے نفور | ہے باطن یہاں سر بسر بے حضور
فلک اپنا دکھلا نیا شعبدہ | کرے ہے یہہ آباد بازی کدہ
قضا کا جو مورود فرمان تھا | وہاں عالم عقل حیران تھا
پرستان سے اُسکے جادوئے ہند | ہو دو کان آرا ہوئی سوئے ہند
دو گلدار گھوڑے تھے جو اُسکے ساتھ | تھی مرہون منت صبا جنکے ہاتھ
کروں اُنکی خوبی کا کیا میں بیان | سمند فلک جنکا تھا ہم عنان
ہوا خیرہ دیکھہ از قدم تا بفرق | تھی ہر دم فدا اُنکے جلوے پہ برق
وہ بے روح تھا ہر میں یک اُنکا جسم | حقیقت میں پر تھے ہوا یا طلسم
ملے باگ سے کل کے رشتے تمام | فلک سیر جادو تھی زیر لگام
نہ راتب نہ اور داوہ درکار اُنھیں | نہ آب و خورش سے سروکار اُنھیں
زامراض جسمی سراسر بری | نہ محتاج تدبیر سالوتری
ہوئی جادوئے ہند کو تب یہہ چاہ | کہ حاصل کسی ڈھب سے ہو قرب شاہ
دکھا باریابوں کو اپنا ہنر | لیا ایک گھوڑا کرے وہ نظر
غرض حسب خواہش بصد آب و تاب | قدم بوسی شہ سے ہو بہرہ یاب
سبا سیر کو پیشکش کر وہاں | کیا آشکارا طلسم نہاں

زبس بادپا دیکھ یہ بے بہا — پرّاں مثلِ طائر بااوج ہوا
ہنرمندِ آفاق نے غش کیا — غرض دیکھ ہر یک نے غش غش کیا
دے انعام شہ نے کیا سرفراز — گئی ہو کے رخصت وہ باامتیاز
پھر اس شاہزادے کی اس بخش کو — وہ اور سمندِ فرح بخش کو
دیا شاہ نے بھیج باصد خوشی — رہے اس سے تا صورتِ دل لگی
نظر کر وہ شہزادۂ ہوشمند — نوادر سبا سبز خاطر پسند
ہوا بے طرح اس گھڑی شادکام — سواری سے دنے زیب و زینت تمام
لگا باغ میں سیر کرنے کو تب — لگا ہے چمن ہی میں پھرنے کو شب
یہ طرفہ ملا جب اسے بادپا — نہاں دل میں اسکے ہوئی یہ ہوا
کہ یک شب سوار اس پہ ہو کر وہیں — ذرا دیکھ کیفیتِ سرزمیں
تماشے سے عالم کے ہو کام بخش — بسوے محل ہو وے آرام بخش
نہ واقف کسو کو کر اس سیر سے — نہاں بات یہ دل میں رکھ غیر سے
مصمم یہ کر عزم بالجزم پھر — رہا عالمِ شب کا ہو منتظر
غرض کا یہ سامان و یہ بندوبست — مقابل قضا اور قدر کے تھا پست
مقدر کا دیکھو عجب پیچ ہے — رسائی وہاں عقل کی ہیچ ہے

کسو کن اگر لاکھہ تدبیر ہوں — نہ سابق تر از حکم تقدیر ہوں
یہاں دانش خلق مجبور ہے — خلاف اُسکا اِمکان سے دور ہے

طرفہ شبے بخیل سیاہ سیر ماہ و شد — از روے خاک رو باوج علا نہاد

تماشے پہ دل ہے مرا سا تیرا — مے ارغواں جام لالہ میں لا
پلا اُس صنم کے مجھے رو برو — نئے سر ہے پھر عشق کی گفتگو
نہ اردی بہشت یہہ رہے اور نہ دی — کہاں پھر جوانی کہاں پھر یہہ مے
عجب دور گردوں کا یہہ دور ہے — زمانے کا ہر دم نیا طور ہے
ہو فارغ ز سیر فلک آفتاب — گیا محل مغرب میں از بہر خواب
سر شام شہزادہ نامدار — کچھہ ایک دل میں آیا تو جا ایکبار
چڑا وہ پلنگ پر گیا اپنے سو — رہا خواب عشرت سے مخمور ہو
اُسے دیکھہ در عیش راحت وہاں — بہر حال در استراحت وہاں
کنیزان گلرو ہو سب بے خطر — بیاسے چھپر کھٹ اِدھر اور اُدھر
خوشی کے اُس عالم میں لیٹ اکدم — ہر سمت پھیلائے سب نے قدم
پہر رات اتنے میں گذری وہاں — دکھایا ہے شب نے نوادر سماں
ہوا سرد یکبار آنے لگی — ہر یک ماہوش کو سلانے لگی

یکایک جو حاضر تھیں ایوان میں — ہوئی ہیں وے خوابیدہ اُس آن میں
قضا نے دکھا زور مندی وہاں — کئی خواب سے چشم بندی وہاں
بظاہر وہ گویا شب عید تھی — پہ باطن میں غفلت کی تائید تھی
مقدر کا نادر تر اسباب ہے — غرض ہوشیاری یہاں خواب ہے
نہ مخمور گر نرگستان ہو — نہ زیبا وہاں کا گلستان ہو
بصارت ہے باطن کی جنکو حصول — ہے اُس خواب کا کشف اُنپر اُصول
غرض اُنکے سونے کے بعد اِنکبار — قضا نے دکھائی نوادر بہار
کہ یعنی ہوا ہے وہ بیدار ماہ — پڑی اُسکی ہر سو جو اُس دم نگاہ
تو سوتے سبھی اُسکے آئے نظر — مگر شمع بیدار تھی سربسر
وہ سونا مکان قیل اور قال سے — تھیں غافل سبھی اپنے احوال سے
سماں ایک طرفہ تھا اُس آنکا — جھکا باغ تھا نرگستان کا
مشجر بچھی ایک قالین تھی — وہ نقل صنم خانۂ چین تھی
وہ خوابیدہ اُس پر ہر یک نازنیں — وہ ہنس مکھ کہیں اور ترش سکھ کہیں
وہ مستی کا عالم جوانی کا خواب — وہ مخمور ہر سو ز جام شراب
ہر یک اپنے جوبن میں سرمست وہاں — مجے عیش و راحت سے بدمست وہاں

دوپٹے کا آنچل کوئی منہ پہ لے — رہی ہے وہ ساعد کوئی سر تلے

ادا سے کسو نے رکھا سر پہ ہاتھ — تھی لپٹی کوئی چِت نزاکت کے ساتھ

کوئی اپنے زلفوں سے تھی بے خبر — کسو کا کھلا عین مستی میں سر

وہ نیفہ کسو کا ڈھلا تھا کہیں — وہ سینہ کسو کا کھلا تھا کہیں

کہیں نیم زانو نمودار تھے — کہیں قمقمے رشکِ گلزار تھے

کسو کی وہ چولی تھی کھسکی ہوئی — کسو کی وہ انگیا تھی مسکی ہوئی

کوئی نیم مست اور کوئی حال مست — کوئی اپنے جوبن میں ہر حال مست

غرض سب کو یکبار بے ہوش دیکھ — اُس عالم میں در خوابِ خرگوش دیکھ

ہوئی فارغ ہر یک مانع راہ سے — ہوا امن رقیبانِ بدخواہ سے

کر یکبار غرفے سے باہر نظر — سماں دیکھ مہتاب کا جلوہ گر

کیا سیر و شبگیر نے ایکبار — ہوا خواہِ آفاق بے اختیار

ہوئی طبع نازک یہ غالب ہوا — ہوئی مشتاق دوڑ فلک پر ملا

دے پوشاک سے اپنے قامت کو زیب — بنا ایک شعلہ قیامت فریب

محل کی وہیں چھوڑ دل بستگی — نکل گھر سے باہر باہستگی

ہوئی رخصت سبھوں سے دراثنائے خواب — وہ جانِ جہاں مہرِ کشور شتاب

زبس راکب پشت شبدیز ہو سوار سمند فلک خیز ہو
وہ آفاق کی سیر کرتا ہوا چلا ہے بہر سمت پھرتا ہوا
سواری کا اسکے لکھوں کیا بیاں تھا اک عالم نور جلوہ کناں
زمیں سے معلق با فوج ہوا ہوائی تھی رہ گیر یا باد پا
کسو نے نہ دیکھا یہ گیتی نورد جہاں زیر پا جس کے ہو مثل گرد
ہوئی آرزو چرخ کو یہ شگرف مہ نو کرے نعل بندی میں صرف
پراں باد پا دیکھ خورشید وار ہوئی برق جلوے پہ اسکے نثار
زبس تھا وہ اشہب بجولاں گری سمند فلک نے نہ کی ہمسری
بزیر لگام اسکے ظاہر طلسم کرے جس پہ جادو فدا جان و جسم
پڑا چار جامہ وہ یک برق وش کریں مہر و مہ اسکی خوبی پہ غش
دکھا زیر بند اپنی نو اختراع تھا غارت حسن خط شعاع
زبس ساز الماس و یاقوت کا کواکب کے نت خیل سے پر ضیا
وہ طرفہ سوار خوش اسلوب تھا سبا سیر جسکا یہ مرکوب تھا
کروں اسکی خوبی کہاں تک رقم وہ دلدار آفاق تھا اک قلم
تجلی کر اسکی نظر بر سپہر چھپا دامن غرب میں جاکے مہر

وہ حسن اپنا یکبار دکھلا کمال — بلندی پہ چمکا ہی جا بے مثال
خجل اسکے چہرے سے تھا بدر و ہلال — تھی کاکل سے نادم شب قدر و ہلال
عذاروں کی خوبی نہ محصور ہے — گل گلشن عالم نور ہے
خط سبز تھا رشک دود سیہ — تھا فتنہ کشائے ورود سحر
بدور رخیہ نرگس نیم مست — کواکب کے دیدے تھے ساغر پرست
سراپا وہ یک شعلۂ طور تھا — با آفاق ہم خانۂ نور تھا
وہ دستار پر زیب بالائے فرق — ہر یک پیچ تھا موج دریائے برق
وہ نیمے سے نت ملتہب قد کی شان — لگا مشتری کا تھا نکلے پہ دھیان
وہ موتی کے لٹکن ثریا فریب — وہ مالا کے عالم سے پروین کو زیب
کمر بند کی دیکھ تابندگی — عطارد نے کی سر جھکا بندگی
درخشاں صفائی سے گورا بدن — وہ تاروں سے ڈھلکے ہوئے نورتن
بطرز قیامت سواری کا رنگ — کمان کی چڑھا رہ پہ گویا خدنگ
ہوا اس گھڑی صاعقہ بار تھی — بدور فلک رشک گلزار تھی
پڑا عکس اسکا جو سوئے فلک — ہوئے انجم صدقے بروئے فلک
وہ تنہا روی دیکھ اسکی وہاں — ہوا ہم رکاب اسکے ماہ جہاں

وہ

وہ آفاق کا شعلہ فانوس تھا
اُسی شمع کا چرخ فانوس تھا

عجب حسن نے اُسکے باندھی کمر
اُس عالم میں تسخیرِ آفاق پر

تھا فتنے کا بر اوجِ گردوں ظہور
ہُوا ہی طلوع آفتابِ نشور

غرض وہ مہ عالم آرائے حسن
سوارِ سمندِ فلک سائے حسن

باوجِ ہوا زیرِ چرخِ برین
تھا سایہ بدورِ قمر ہر کہیں

یکایک اس عالم میں وھاں بے درنگ
قضا نے عجب اپنا پھیلایا رنگ

کہ یعنی اُسی دم وہ ماہِ جہاں
سرِ چوک وارد ہُوا ناگہاں

جہاں کھول دوکان جادوے ہند
نظر قیامت تھی ذرکوے ہند

پڑی تھا ہزادیکی اُس جا نظر
سماں دیکھ طرفہ وہاں جلوہ گر

کیا ہی جو دل نے اُسی رخ پہ میل
زہی چرخِ اقبال کا وہ سہیل

اُترا اپنے گھوڑے سے تب ایکبار
وہیں آکے پہنچا ہی بے اختیار

لکھوں کیا میں زیبائش اُس انکی
وہ رشکِ فلک طرز دوکان کی

نہ دوکان تھی بلکہ گلزارِ حسن
وہ یک شعلہ زن اُسمیں انوارِ حسن

کہ یعنی خجستہ لقا کی وہاں
دھری تھی زبس مورتِ آرامِ جاں

کیا اُس کے عالم نے جوں برجِ مہ
بساطِ زمیں کو تجلّی کدہ

وہ بلور کے شمعداں وہاں کئی
وہ طرفہ ہر ایک کی بناوٹ نئی

ادھر اور ادھر جلوہ افروز تھے
فروزندہ از شمع جاں سوز تھے

وہ دوکان آفت کی یک لہر تھی
وہ مواج با فتنۂ دہر تھی

زبس روشنی کا تو اور نظر
نکلا ہونکے شعلے ہوں لب زیر نور

پڑی شاہزادی کی اس پر نگاہ
سماں دیکھ تصویر کا ہوش کاہ

ہوا ایک نظر سے وہ بے ساختہ
وہیں اسکے عالم پہ جاں باختہ

زبس حسن نے اس گھڑی بے درنگ
کیا پار سینے سے اسکے خدنگ

تب اس جادوے ہند کے روبرو
ہو مجروح تیغ جفا مو بمو

گرا خاک ذلت پہ با اضطراب
تھا ہم رنگ مذبوح بے صبر و تاب

غرض جس گھڑی وہ مہ ناتمام
ہمائے فلک مہر گردوں خرام

اتر چرخ سے قید آلام میں
پھنسا ہی مصیبت کے اس دام میں

اس عالم میں دیکھا اسکو جادوے ہند
تبسم سے لب ریز کر گوے ہند

محو کامرانی سے سرشار ہو
مطالب سے سرگرم یکبار ہو

اسے پاس اپنے بلایا اس گھڑی
بتعظیم و حرمت بٹھا اس گھڑی

زبس پہلے مشتاق دلداز کر
پھر احوال معشوق اظہار کر

لگی کہنے گر محو دلدار ہی — بصد جاں اُسی کا خریدار ہی
تو فرصت غنیمت ہی اِس آن میں — لیجاتی ہوں اِسدم پرستان میں
وگرہی ہوا خواہ شہر و دیار — تو دشوار تر پھر ہی وصل نگار
یہہ سُن شاہزادہ سخن ایکبار — گرا اُسکے قدموں پہ بے اختیار
وہ کہنے لگی سر اُٹھا اُس کا پھر — مرے ساتھہ چل اب نہ قدموں پہ گر
پرستاں کی سیر سے شاد ہو — رہے داغ محنت سے آزاد ہو
وہ تہ خانہ دوکاں ہیں جو وہاں — بنایا تھا اُس ماہ وش نے نہاں
کہ اسباب مدفون اُسمیں تمام — ہو راکب بہ بالائے گردوں خرام
صبا سیر پر آشکارا اُسے — تھا ساتھہ لے با مدارا اُسے
اُسی شب پرستاں کی راہ لے — لگی شاہزادے کو ہمراہ لے
سحر ہوتے پہنچی اُسی سمت جا — قریں تر ز باغ خجستہ لقا
اُتارا ہی اُس ماہ آفاق کو — کرے شاد تا جان مشتاق کو
زبس تھی سفر وہ سعادت نصیب — تھا ہمراہ تحفہ سفر کا عجیب

او رفت ہمچوں جانِ تن از جسم ما جدا — صد داغ حیف بر دلِ اہلِ وفا نہاد

کدھر ہی تو اِی ساقیِ مہ جبیں — جدائی نے تیری کیا ہی حزیں

نہ سوجھی ہی غم کے سوا گفتگو
دماغوں سے کافور ہی می کی بو

پلاوے ہی سب کو یہہ گردون دوں
کبھو ساغر می کبھو جام خوں

نہ زینت کا نام بخشی ہی ہمدم کہیں
ہی شادی کہیں اور ماتم کہیں

یہاں کا یہہ قصہ یہاں رکھہ ذرا
سناتا ہوں احوال دولت سرا

کٹی خواب غفلت میں شام الم
قیامت وہ لے آئی ہی صبحدم

کسو کی کھلی آنکھہ اتنے میں وہاں
تو کیا دیکھے غایب ہی مہر جہاں

تہی خانہ از شمع جاں بخش ہی
نہ وہ ماہ طلعت نہ وہ رخش ہی

نظر کر یہہ احوال ہو دردمند
ہوئی ہمدم نعرہ ہاے بلند

پڑی اس کی آواز ہر کان میں
ہوئی حشر برپا گلستان میں

اٹھی ہی کوئی خواب سے ہڑبڑا
کسو نے لیا سر پہ دولت سرا

طمانچے سے کس نے کیا منہہ کو لال
ہوئے کس کے مجروح ناخن سے گال

کوئی سربرہنہ پریشان تھی
کوئی دیکھہ ماتم یہہ حیران تھی

کسو نے کیا گھر ہوا سے چراغ
کہا کس نے ویراں ہوا ہی یہہ باغ

کوئی غش میں آکر کہیں گر پڑی
کوئی نقش قالیں ہوئی اس گھڑی

کہیں چھائی چہرے پہ غم کی گھٹا
وہ بکھرے کہیں زلف جوں اژدہا

کسو نے رکھا اپنا زانو پہ سر | کوئی پھر رہی تھی اِدھر اور اُدھر
جگر سے کہیں آہ نکلی ہے سرد | سُنایا کسو نے کہیں دل کا درد
کوئی آہ سے دل جلانے لگی | بصد غم کوئی بلبلانے لگی
وہ نالاں کوئی اور گریاں کوئی | وہ بسمل کوئی اور بریاں کوئی
نہ غم کے سوا کچھ وہاں بات تھی | فغاں سے وہ معمور اوقات تھی
نہ سوجھا کہیں کچھ تو جا سوے شاہ | ہوئیں حال گویاں بصد درد و آہ
وہیں دوڑ آیا جہاندار وہ | مصیبت زدہ ہو کے بیکل رہو
لگا لوٹنے خاک پر بس وہاں | تھا بے تاب جوں شعلۂ خس وہاں
وہ خواجہ سراؤں نے ہو تلخ کام | لیا ہی اُس آفت میں گرتے کو تھام
کہا سب نے صابر ذرا ہوجیے | نہ غم سے ہلاک آپکو کیجیے
ہے اغلب سحر کو بیالاے رخش | وہ مہر جہاں نیّر کام بخش
کہیں سیر پر آ گیا اُنکا جی | تو گھر سے نکل ہو گیے مختفی
سواروں کو ہر سمت بھجوا شتاب | سُناتے ہیں مژدہ خوشی کا شتاب
یہہ سُن شاہ تب ہو کے خاموش وہاں | ہوا ہی خبر جو بصد گوش وہاں
سوارونکا حاضر تھا اُس جا قشوں | خبر سُن ہو یکبارگی بے سکوں

سبھی دوڑے ہر سمت باگیں اٹھا — ہوئی خاک صرف سُم باد پا
زمیں سے گیا ہی فلک تک غبار — نظر سہمگیں کر یکایک غبار
ہوا قیرگوں چشمۂ نور مہر — ہوا خاک آلودہ روے سپہر
سواروں کے رو سے وہ تُند باد — ہوا پارۂ عرصۂ کار زار
وہ خلقت کا طرفہ تھا یک اژدہام — زمیں حشرگہ ہو گئی ہی تمام
فغاں تیسۂ صور سرافیل تھی — جہاں اُس سے ہمدوش تحلیل تھی
زبس نعل گھوڑوں کے آتش فشاں — عذاب قیامت کے تھے ہم نشاں
غرض پھر پھرا کر بدو ر جہاں — عبث خاک بیزی کی سب نے وہاں
نشاں لعل نایاب کا پر کہیں — نہ پیدا ہوا ہی بروے زمیں
پدر اُس مصیبت سے حیران ہو — رہا ہی نہایت پریشان ہو
لگا سب سے پھر کہنے ای دوستو — وہ تاجر کہاں ہی خبر اُسکی لو
کہ جس نے فلک سیر لا بار کی — کئی نذر گذرانی سرکار کی
وہ واقف ہو شاید کہیں حال سے — ملے کچھ نشاں اپنے اقبال سے
کئی حکم سنتے ہی دوڑے اُدھر — تو خالی دُکاں آئی سب کے نظر
ہوا پھر یہ احوال اُسکا عیاں — کہ اِس شخص کا شب سے ہی کم نشاں

ہو وحشی خبر سُن یہہ یکبارگی ‌ ‌ ہوئی شہ پہ مَورودِ بیچارگی
رہا اُس گھڑی سخت مایوس ہو ‌ ‌ طپاں غم سے جوں شمع فانوس ہو
یہہ چاہا ریاست سے دھو اپنے ہاتھ ‌ ‌ رہے شاد ہو دلق پوشی کے ساتھ
وزیروں نے کر عرض خدمت میں وہاں ‌ ‌ رکھا اُس کو سمجھا بہت وہاں
غرض سب کے کہنے سے وہ نیکنام ‌ ‌ رہا ہر نمط دامنِ صبر تھام
خدا ہی سے آخر لگا دھیان وہ ‌ ‌ شکیبا رہا ہو کے اُس آن وہ
توانائی تک درورودِ قضا ‌ ‌ کیا صبر اُس نے بحکمِ رضا

رسائی مژدہ گو ز ملاقات ہدہد ‌ ‌ باغی و افتراح شمال و صبا نہاد

صراحی میں غنچے کے با آب و تاب ‌ ‌ پلا ساقیا بادۂ مشک ناب
وہ دو نشہ جس کا پُر ذوق ہو ‌ ‌ فزوں دم بدم شعلۂ شوق ہو
رہوں دور کب تک زِ آرامِ دل ‌ ‌ الٰہی میسر ہو اب کامِ دل
کٹی ہی یہاں انتظاری میں شب ‌ ‌ سحر خندہ رو جس کی تھی پُر طرب
یکایک ہوئی ہی جو وارد صبا ‌ ‌ بگلزارِ بختِ خجستہ لقا
دکھا اِسکی نکہت نے طرفہ ظہور ‌ ‌ ذرا دل کو بخشا ہی اُسکے سرور
ہوا وہ شفا بخشِ بیمار تھی ‌ ‌ گویا بوئے پیراہنِ یار تھی

خجستہ لقا گھر سے اُس آن میں — خراماں ہوئی ہے گلستان میں
تفرّج کے عالم میں باکیفیت — تھی ہمدوش از عالمِ فردیت
اُس اثنا نے سیرِ چمن میں وہاں — شگفتہ ہُوا بخت کا گل یہاں
کہ یعنی سرِ ہر طرفہ درخت — تھا چنبے کا طوبی نمط تازہ بخت
مدوّر باطوارِ چترِ شہاں — سدا سایہ گستر بسانِ جہاں
بدَورِ چمن سربسر دل فریب — ربودہ برفعت زِ گردوں شکیب
لپکنے سے اُسکے چمن زار پر — تھی شور و مستی ہر اشجار پر
وہ پھولوں کے عالم سے دہکا ہُوا — تھا خوشبو سے ہر آن مہکا ہُوا
کوئی زاغ مخموری افزائے دل — سیہ مست مثلِ سویدائے دل
لگا آشیانہ مکیں تھا وہاں — سرِ شاخ خانہ نشیں تھا وہاں
ہما جسکے سائے کا مشتاق ہو — رواں سوئے پستی زِ آفاق ہو
سوادِ گلستاں میں اُسکا وجود — سیاہی تھی آنکھونکی گویا نمود
وہ یک چہرۂ باغ کا خال تھا — چمن اُس سے نازاں بہر حال تھا
وہ زاغ اُس پری کو گلستان میں — خرامش کناں دیکھ اُس آن میں
نکل آشیانے سے باصد فرح — ہلا دُم وہ رقاص ہوئے طرح

بفرخندگی مخبر راز ہو
لگا کوکنے نغمہ پرداز ہو

وہ کوے کی آواز اُس آن میں
پڑی اُس گل اندام کے کان میں

لگی کہنے تب دل میں وہ خوش خصال
الٰہی مبارک ہو یہہ نیک فال

تڑپتا ہی سینہ اِس آواز پر
فدا دل ہی اِس نغمہ پرداز پر

وہ شاید مری آج جادوے ہند
پرستاں میں آجاوے از سوے ہند

یہہ کہہ ہو خراماں بسوئے درخت
اُسے دیکھہ گویا بروے درخت

کیا یوں بصد شوق اُسنے خطاب
ای مرغ سیہ فام مشکیں خضاب

زباں سے تیری آج سن خوش مقال
طلب میں نے کی بخت سے اپنے فال

گر اِس شب ملے مجھہ سے با کام جاں
وہ ماہ جہانتاب آرام جاں

تو یک موتیونکا بسیرا بنا
وہ منقّش کا اُسپہ سہرا چڑھا

ہیں تیار تیرے لیئے کر یہاں
اُسے لا رکھونگی شجر پر یہاں

نہ ویسا کہیں پھر ملے بے بدل
درخت زمرد پہ موتی محل

تو ہر آن اُسکا مکیں ہو رہے
بصد عیش خانہ نشیں ہو رہے

وہ میوونکی ہر بار بھر جھولیاں
میں بھجوا دونگی سن تیری بولیاں

ہر یک آن نعمت تو کھایا کرے
سدا عیش سے دم ہلایا کرے

مرا جس طرح خانۂ آباد ہو — ترا خانۂ عیش بنیاد ہو

یہہ کہتے ہی اتنے میں جادو سے ہند — لے رخصت زِ شہزادۂ روبہند

ہوئی وارد اُس باغ میں اُس گھڑی — وہیں پہنچی تھی وہ پری جہاں کھڑی

وہ کوٹھے سے جو کر رہی تھی خطاب — بگوش طرب سن وہ نغمہ شتاب

اُس عالم میں جا اُسکے قدموں پہ گر — رکھا جادو سے ہند نے اپنا سر

یہہ طرفہ سماں دیکھ وہاں یک بیک — گئی ہے وہ شمشاد قامت جھجک

جو دیکھا تو آئی وہ محرم نظر — اُٹھا تب لیا اُس نے ہمدم کا سر

گھڑی ایک اُسدم بغل گیر ہو — ملی ہیں بہم شکر و شیر ہو

پھر اُس شاہزادی کا وہ تھام ہاتھ — لگی مسکرا کہنے عشرت کے ساتھ

ای ماہِ فلک نیّرِ برجِ حسن — گرامی قدر گوہرِ درجِ حسن

ترے چاہنے والے کو لے آئی ہوں — تری سعی سے یہاں اُڑا لائی ہوں

مبارک تجھے صحبت اُس یار کی — سدا ہمدمی اُس طرحدار کی

یہہ سن مژدۂ عیش تب مسکرا — دیا ماہ نے شرم سے سر جھکا

یہ دل ہو گیا شادماں اس قدر — کہ لکھنا محال اُسکا ہی سربسر

اُسے دیکھ تو وارد اُسدم وہاں — سبھی دوڑ آئی ہیں ہمدم وہاں

کوئی

ہوا گرد ہم صحبتوں کا ہجوم — پڑی اسکی آمد کی گلشن میں دھوم
کوئی غنچہ ساں اس سے ہمدوش تھی — کوئی اسکے ملنے سے پرجوش تھی
کسو نے کہا چل اری بیوفا — گئی تھی کہاں سب کو دیکر دغا
تھی صدقے کوئی اور واری کوئی — چلی آئی از بے قراری کوئی
کسو نے جتائی محبت وہاں — تھی پرساں کوئی از حقیقت وہاں
کسو نے کہا میں نے دیکھا تھا خواب — ہوئی بات سچی مری وہ شتاب
کسو نے کہا تھی نہ آنیکی آس — کسو نے کہا بن ترے تھی اداس
غرض جادوئے ہند با خوشدلی — جہانتک تھا منظور سب سے ملی
پھر آخر جو برخاست صحبت ہوئی — بہم حاصل یکبار خلوت ہوئی
خجستہ لقا سے بدل بستگی — کہا اس نے سب کچھ باہستگی
لگی کہنے بعد اسکے اسدم وہاں — یہہ ہے آرزو میرے دلمیں نہاں
ذرا آج تو کرکے اپنا بناو — مجھے حسن کا اپنے دکھلا سبھاو
کئی دن سے حاصل ملاقات ہے — ہی تجھکو دیکھوں تری بات ہے
ترے گھر میں آیا ہے مہمان آج — یہہ طرفہ ہے دولت مری جان آج
اسے شب کے ہوتے ہیں لاتی ہوں اب — مطالب سے تجھکو ملاتی ہوں اب

یہہ سُن خوش خجستہ لقا ہو گئی
یہہ غواص بحرِ حیا ہو گئی

اگرچہ وہ مشتاق و سرگرم تھی
یہ نا دیدہ کچھہ مایلِ شرم تھی

وہ خلوت کا عالم تھا یکسر حصول
گھڑی چار عرصہ ہوا اُسمیں طول

تب اُس مہ کے دلمیں یہہ گذرا گماں
کہ تنہا وہ عاشق ہی شاید وہاں

کہیں اُس پہ وارد ملالت نہ ہو
وہ تنہائی سے خستہ حالت نہ ہو

حیا سے رکا دل تو کچھہ رہ اُٹھی
یہ خجلت زدہ ہو کے یہہ کہہ اُٹھی

یہاں تم ہو فارغ ز احوالِ غیر
وہاں کوئی تنہا ہو یادش بخیر

میاں صرف غفلت گذاری ہی یہہ
بھلا کیسی مہماں نداری ہی یہہ

سخن سُن وہ جادوے ہند اُٹھ گئی
بلائیں لے یکبارگی ہنس پڑی

لگی کہنے پھر اُس سے ای مہ جبیں
کئی دن سے ہم آج ہیں ہمنشیں

ابھی سے محبت مگر کم ہوئی
گراں تم کو صحبت یہہ یکدم ہوئی

جس عالم میں ہمدوش دلدار ہو
عجب کیا اگر ہم سے بیزار ہو

اشارے و رمزیں یہہ آپسمیں کر
گئی لیکے رخصت وہ مہوش اُدھر

وہ خفیہ تھی سب سے ہی راہ اک
قریب اُس کے حجرہ تھا دلخواہ اک

اُسے بیشتر ساز و سامان سے
بنایا تھا زیبا گلستان سے

مقرر یہہ ٹھہرا کہ شب کو وہیں — اُسے کیجئے لا کے خلوت نشیں

کہ تا کس پہ ظاہر نہ کچھہ بات ہو
وہیں محفل آرائی ہر رات ہو

آن حلہ پوش شعلہ بجان جہان فکند — این خوش خرام شمع بزم ضیا نہاد

پلا مجھکو ای ساقیٔ نوجوان — بجام بلوریں مئے ارغوان
کھلے غنچہ ساں جسکے پینے سے دل — شگوفے مرادونکے سب جاویں کھل
کہاں پھر جوانی کہاں پھر یہہ جشن — غنیمت فرح حاصل جانبین
چمن ہر دو جانب یہہ دہکا ہوا — کہ بوئے محبت سے مہکا ہوا
وہاں حسن کی صورت آرائی ہی — قیامت یہاں صرف رعنائی ہی
زہے جام خورشید با صد طرب — تھا لب ریز از انتظاری شب
لکھوں اس طرف کا میں کیا ماجرا — وہ دریا نے خوبی خجستہ لقا
نہا دھو سر شام با آب و تاب — ہوئی کاسۂ رونق ماہ تاب
وہ جوبن کا عالم وہ اسکا سنگار — جوانی کے عالم کا تازہ بہار
نزاکت سے مملو سراپا وہ جسم — حقیقت میں تھا موج بحر طلسم
کیا تیہہ زیور نے طرفہ ستم — ہوئے آب و آتش کے شعلے بہم

قیامت کا برسا ہی چہرے پہ نور — ہوا قد سے بُنیاد دوزِ نشور
ادا اُنکی خوبی ادا ہو کہاں — دو صد فتنے زیرِ قدم ہوں جہاں
ہو ہر ہفت سے رونق افزائے حسن — ہوئی بے مثل عالم آرا حسن
لکھوں اُسکے جلوونکا کیا اقتدار — گدائی کرے جسکے در کی بہار
کھنچے موئے مشکیں صفائی کے ساتھ — ملے جسکے عالم پہ شب قدر ہاتھ
وہ آنکھونکی مستی وہ کاجل کا آب — کیا زیرِ نرگس غزالونے خواب
وہ مستی کا عالم وہ ہونٹونکا رنگ — بزیرِ شفق موج بحرِ فرنگ
بھری مانگ تاباں وہ موتی سمیت — لگا اوجِ گردوں پہ تارونکا کھیت
کرن پھول اور بالیونکا وہ تول — بزیر بنا گوش پروین کا غول
وہ تکمے کی تابندگی از گلو — نہ دیکھا یہہ تارا سحر نے کبھو
جواہر کی مالا زمرد کے ہار — کرے جس پہ قوسِ قزح جاں نثار
وہ دلڑے کے عالم سے بیتاب ہو — رہی برق ہم شکل سیماب ہو
وہ سینے سے جو دھکدھگی مل رہی — کیا مہ نے دیکھ اسکو قالب تہی
وہ چنبہ کلی اور وہ گلسری — ہوئیں کھیتیاں اُس سے تن کی ہری
لکھوں نور تن کا میں کیا اُسکے زیب — ہوئے جس سے بازو دو عالم فریب

وہ

وہ ساعد کا عالم وہ پہنچی کا نور | دلوں سے اُٹھا وہیں جہاں دستِ جور
وہ چھلے وہاں زیبِ انگشت ہو | رہے خاتمِ حسن تک مشت ہو
جواہر کے پازیب رشکِ بہار | ہوئی جس سے روے زمیں شعلہ زار
وہ پشواز کی چین آفت کی لہر | گرے جس سے گردابِ حیرت میں مہر
وہ انگیا و کرتی بصد آب و رنگ | ہوا جس کے شعلے سے ہو جاے دود تنگ
وہ تہ سرخ نیفے کی ابھری ہی گل | کہے تو کہ غنچہ کھلے مثلِ گل
جھلک بند رومی کی ملبوس سے | تھا شعلہ عیاں شمعِ معکوس سے
وہ دامن سے اُس پایجامے کا نور | سنہری شفق سے تھا مہ کا ظہور
لکھوں اوڑھنی کی میں کیا اختراع | ہوا دم قمر دیکھ اُسکی شعاع
وہ مہکا ہوا عطر سے سب وجود | شگوفے پڑھیں دیکھ جسکو درود
چمن حسن کا غیرتِ روے باغ | بسے عالمِ روح کا وہاں دماغ
وہ سنگار دلچسپ و حسنِ جہاں | قیامت رہی دیکھ منہ دنگ وہاں
وہ جوبن کا عالم وہ طرفہ بہار | ہوا آتش انگیز تک شعلہ زار
خواصوں نے کر محل آراستہ | کیا مطلعِ ماہ ناکاستہ
وہ پردے سراپا جواہر میں غرق | ہوئے جلوہ افروز ہمتا برق

چھپر کھٹ مرصع کا یک بے بہا — رہے مہر ہو جس سے محو ضیا
کھنچی چاندنی چاندنی سی وہ صاف — مہ عیش گویا تھا حرف غلاف
وہ پھولوں کی یک چادر از یاسمن — پڑی چاندنی پر برنگ چمن
بچھی خوابگہ سے ملی عنقریب — نئی طرز کی ایک مسند عجیب
وہ تکیے دھرے خوش نما چار سو — مخمل قرص مہ جن کے نت رو برو
وہ برپا شمعدان برنگ بہار — وہ میناکے پردے جواہر نگار
لگے گرد آویزے بلور کے — تراشیدہ ہر یک نئی طور کے
چراغاں شب افروز با آب و تاب — ہوا نور کا یک سماں انتخاب
دھرے لخلخے سو بسو بے بہا — ہر یک سمت خوشبو سے مہکا ہوا
کہیں عطرداں اور کہیں پاندان — دئے جن قرینے سے اپنے وہاں
وہ پھولوں کے گجرے بنے بے نظیر — چنگیروں میں ہر سمت رونق پذیر
سرہانے طلا کار رشک چمن — دھری خوش نما مثنوی حسن
وہ بلور کے جھاڑ ہر طاق پر — درخشاں تھے تارے سے آفاق پر
دھری چوپڑ یک سمت خوبی میں فرد — در و لعل و الماس و نیلم کی نرد
دگر سمت شطرنج یک بے بہا — جواہر کے مہرے بنے دلربا

لگے آئینے سو بسو زر سرشت — محل اُس سے تاباں برنگ بہشت

سمایا عجب عالمِ نور تھا — نہ حجرہ وہ یک حجلۂ حور تھا

لگا برف میں می کے شیشے نہاں — الگ لیکے ساقی کھڑا تھا وہاں

غرض شی ہر یک زیب و زینت کے ساتھ — قرینے سے موجود عزت کے ساتھ

جو کچھ بہر عیش اُسکو درکار تھا — بہر سمت لاریب تیار تھا

وہ خاصہ وہاں ہوشیاری کے ساتھ — چھپا تھا یک آبداری کے ساتھ

خجستہ لقا نو نہالِ چمن — چراغِ خرد سوز ہر انجمن

وہ موندھے پہ یک پانو رکھے باوقار — کھڑی در پہ تھی غیرتِ شعلہ زار

نگاہیں چھتوں سے وہاں پار تھیں — زبس انتظارِ رخِ یار تھیں

کہ اتنے میں آئی وہ جادوئے ہند — تھا ساتھ اُسکے شہزادۂ روئے ہند

ولے تھا سراپا بزیرِ نقاب — نہاں ابر پارے میں جوں آفتاب

اشارے پہ لیجاکے اُس آن میں — بٹھایا ہی مسند پہ دالان میں

ہوا عالم افروز مسند پہ مہر — خجل جس سے نت آفتابِ سپہر

وہ اِس شان سے تھا مربع نشیں — اُٹھا دے جہاں داغ مہ بر جبیں

وہ جلوہ عجب اُس کے قامت کا تھا — تھا جلوہ وہ شعلۂ قیامت کا تھا

وہ گورا بدن صبحِ آفاق گیر
ہر عضو جہاں تاب سورج نظیر

زہے عالمِ حسنِ گیتی فروز
ہم آغوش با فتنۂ نیم روز

بہار جوانی کا طرفہ اُمنگ
گلوں کا تھا خانہ بدوش اُسکے رنگ

سجا سر پہ چیرا وہ یک بے بدل
جہاں سر کو ٹیکے جگر کھا کے بل

وہ نیمہ تمامی کا سنجا فدار
خجالت دہِ پیکرِ شعلہ زار

نظر کر بہار اُس کمر بند کی
تھی لرزاں کمر کوہِ الوند کی

گریباں سے تاباں وہ تکمے کا نور
تھا مطلع سے نجمِ فلک کا ظہور

جواہر کی کلغی وہ سورج کا دل
وہ موتی کے لٹکن سے پروین خجل

متاعِ جوانی ترازو نشیں
عدد نور تن کے دو بازو نشیں

وہ مالا ثریا نفس برق وش
کواکب کو دیکھ اُسپہ آجاوے غش

پڑی ایک خنصر میں انگشتری
رہے آب دیدہ جہاں مشتری

حنا دست بوسی سے ہو سرخ رو
گری پانو پر جا بصد آرزو

غرض ہر طرح حسن کو دیکے زیب
تھا مسند نشیں وہ قیامت فریب

محل کا سماں دیکھ رشکِ بہار
رہا حسنِ معشوق کا انتظار

نگاہوں کا عالم تھا بے ساختہ
زہر سمت اُس در پہ جاں باختہ

ہم خانہ کس ندید فراق و وصال را
جز بزم گاہ عشق مزاج و حیا نہاد

پلا ساقیا بادۂ زرنگار
بہار چمن ہے جواہر نثار

زہے ہم قرانِ سعد ہے سما
مہ و مہر ہیں ہر دو جلوہ نما

یہہ ساغر عجب شعلہ انگیز ہے
مئے انتظاری سے لب ریز ہے

کسو نے نہ آسماں یہہ کہیں
نہ دیکھا ہے طرفہ سماں یہہ کہیں

تھی یہاں جلوہ آرا خجستہ لقا
وہ مسند پہ بیٹھا تھا وہاں دلربا

وہ مُقیش کی دریہ یک بے بہا
پڑی چق تھی گویا بر نگ ہوا

ادھر سے جو اس ماہ نے ایکبار
لگی آنکھیں وقف تماشائے یار

عیاں گلبدن کی وہ رعنائی دیکھ
قیامت سی یک حسن آرائی دیکھ

رہی شعلہ آسا یہہ بے تاب ہو
ز سر تا قدم مثل سیماب ہو

دکھا عشق نے اپنا انداز کچھ
کیا بے حجابی سے دمساز کچھ

ہو پروانہ آسا لگا کہنے دل
اٹھا پردہ اس شمع سے اپنے مل

ولے شرم نے اسکا چھوڑا نہ ساتھ
حیا نے لیا تھام یکبار ہاتھ

جھکا سر بحیرت وہ رشکِ چمن
عرق میں گئی ڈوب جوں یاسمن

حیا عشق باہم تھے بے جنسیت
بنی ہے نوادر تریک کیفیت

نہ اُلفت بعجلت نہ یارائے صبر / وہ شوخی ستم اور شکیبائی جبر

ولیکن حیا ہوکے غالب وہاں / ہوئی ہمدم جاں بقالب دہاں

غرض شرم حایل یہاں اِسطرح / دو مشتاق بسمل وہاں اُسطرح

یہہ ہم رنگ پروانہ پر دیکے اوٹ / کیا عشق نے دل اُدہر لوٹ پوٹ

یہہ وصل و جدائی تھی اُس آمیز / کھڑی روبرو ایک دالان بن

بس اِتنا ہے دور یہیں جادو بند / کہ حاضر تھی پیش مہ رو سپند

اُٹھا درمیاں سے وہ پردہ شتاب / کیا دور فرقت کا اُس نے حجاب

وہ پردے کے اٹھتے ہی یکبار وہاں / یہہ قدرت کے نکھرے ہیں انوار وہاں

دو دریائے اُلفت دو مست از شراب / دو بے تاب یعنی مہ و آفتاب

زبس بے ملائے ملے دو بدو / وہ مشکل عقدے کھلے دو بدو

ذرا دیکھیو صنعت کردگار / کہ تنکے کے ہیں اوٹ سب کوہسار

وہ قدرت عجب اُسکی لاریب ہے / سوا اُسکے کون عالم الغیب ہے

جہاں اُسکی بخشش کے کھلتے ہیں باب / بیکدم رفع ہوتے ہیں سب حجاب

ہو فضل اُسکا جو بینَ الیدین / ہے تنکا وہاں دور سے مشرقین

غرض وہ پری ہر دو مشتاق کو / ملا کشتہ تیغ آفاق کو

پھر اُس بعد اُس ماہ کا تھام ہاتھ | یہ پہلو بٹھا دونو عروسوں کو ساتھ

بہانے سے باہر وہ رخصت ہوئی
رہی غیر سے بزمِ الفت ہوئی

١

آن از وصالِ یار دو صد جا تازہ یافت | این دل بکام بخشی آن دلربا نہاد

پلا ایکے ساقی مجھے جام وہ | جو بیٹھے ہیں باہم گل اندام وہ
نشہ جسکا وارد بطرفین ہے | اُسے وصل حاصل اُسے چین ہے
زہے باسعادت بدورِ سپہر | بیک برج ہیں ہمقراں ماہ و مہر
شب وصل یا لیلۃ البدر ہے | فدا اُسکے جلوے پہ شب قدر ہے
ملی ہے یہ مجنوں سے لیلا یہاں | دئے عشق نے پانو پھیلا یہاں
یہہ رنگیں چمن دیکھ جنت سرشت | ہیں خجلت زدہ ساکنانِ بہشت
خجستہ لقا شمع ایوانِ حسن | سراپا نہالِ گلستانِ حسن
اُس عالم میں ہر دوش شہزادہ ہو | رہی ہے جو پیوند شمشاد ہو
دکھا اُسکے جلوے نے طرفہ ظہور | کیا بزمِ عشرت کو گلزارِ نور
ہوا رشک گردوں وہ خلوتکدہ | کہ لائیں جسکے عالم پہ غش مہر و مہ
وہ جلوہ ملک کا تھا یا حور کا | سماں بن گیا عالم نور کا

لکھوں کیفیت کیا میں اُس آن کی
ہر یک بزم آرائے ذی شان کی

وُہ سرو چمن آیتِ حُسن و عشق
ہمیدانِ دِل رایتِ حُسن و عشق

نزاکت سے یکسر جُڑا اپنا جسم
تھی غارت گرِ خوبیٔ ہر طلسم

وُہ چہرے کا عالم قیامت نشان
برنگ چمن از عرق دُر فشاں

وُہ انچل سے رو پوش مکھڑا غضب
مہ چاردہ جلوہ آرائے شب

کرشمے نزاکت کے زیب جمال
کیا ہر فن دلبری نے کمال

غرض شاہزادہ بصد آب و رنگ
رہا دیکھ مُنہہ اُسکا حیرت سے دنگ

یہ کچھ حُسن کی تھی یہاں بھی کمی
صباحت ملاحت سے تھی ہمدمی

وُہ مہ تھی یہہ خورشید ایوان تھا
وُہ گلبن یہہ سرو گلستان تھا

وُہ شمشاد قامت یہہ نخلِ چمن
وُہ شمع طرب یہہ گُلِ انجمن

وُہ غارت گرِ دل یہہ آرام جان
وُہ کانِ جواہر یہہ الماس کان

پری زاد تھی وہ یہہ انسان تھا
وُہ بلقیس تھی یہہ سلیمان تھا

سراپا وُہ دریائے خوبی میں غرق
یہہ بحرِ لطافت قدم تا بفرق

وُہ دیباچۂ نسخۂ دلبری
یہہ عنوان سرنامۂ سروری

وُہ ناز و کرشمے کی طرفہ کتاب
یہہ حُسن و جوانی کا یک انتخاب

فدا اسکی قامت پہ ہر نونہال — تھا صدقے دل کبک دیکھ اسکی چال
غرض ہر دو مشتاق عالی جناب — تھے مخمور یکدم ز جام حجاب
پھر آخر محو بیخودی سے ہو مست — ہوئے ہر دو جانب سے عاشق پرست
تبسم تکلم سے با کام جاں — ہوئے عشرت افزو و آرام جاں
ہوئے ہر دو یکسر خریدار عیش — ہوا داریغا وہ گلزار عیش
میان دو مستانۂ روزگار — رہا گرم ہنگام بوس و کنار
تھا محجوب چہرہ دوئی کا وہاں — نشان گم تھا ما و توئی کا وہاں
محو وصل پی پی کے مسرور ہو — زہے جام عشرت سے مخمور ہو
کٹی شب اس آرام اور چین میں — سحر آگئی طرفۃ العین میں
عیاں صبحدم کے وہ آثار دیکھ — دل مرغ نالاں گرفتار دیکھ
چلی آئی حجرے میں جادوے ہند — بسوے سہی قامت روے ہند
روانہ ہوا ہی وہ محرم کے ساتھ — رہی ہی یہہ ہمدوش ہو غم کے ساتھ
گیا ہی وہ ہو نیم بسمل ادھر — پھنسا قید میں طایر دل ادھر
پھر اس اپنے معمول کے حسب حال — سر شام وہ مہر اوج وصال
لگا آنے اس مہ کے ایوان میں — نہاں سب سے ہر شب شبستان میں

دو سرو گلستاں خوبی شگرف
لگے کرنے اوقات عشرت میں صرف

پھر چار تنک زندگانی سے حظ
اُٹھانا اُنھیں نوجوانی سے خط

سحر گہ گرفتار آلام ہو
تڑپنا جُدائی سے ناکام ہو

ناگاہ چرخ تیغ بر آورد از نیام
برچیدۂ مطالب ہر آشنا نہاد

آن شد بدست مادر نامہرباں اسیر
ایں رخت از تُراب باوج ہوا نہاد

کسی خُم سے غارت گرِ صبر و تاب
پلا ساقیا بادۂ مُشکناب

زمانے کی سازش ہے بے اعتبار
بپا شعبدہ بازی روزگار

نہ منظر نہ خیام فلک
نہو غافل از انتقام فلک

مبدل مقدر نہو وے کہیں
جو ہونی ہوئے بن وہ رہتی نہیں

لکھوں ایک شب کی میں کیا واردات
کہ عشرت کدہ میں کہیں ایک رات

طرب کا تھا عالم بجلوہ گری
تھی سرگرم ہنگامۂ دلبری

ہر سمت جلوہ تھا یک نور کا
سماں ہم نفس عرصۂ طور کا

نہ محفل جوانی کا گلزار تھا
نہ وہ بزم عشرت کا بازار تھا

خجستہ لقا نونہالِ چمن
چراغِ دل و دیدۂ انجمن

مئے عیش و راحت سے مدہوش ہو
چمن زارِ قدرت سے ہمدوش ہو

ہو ہم شعلہ مہرِ قیامت کے ساتھ
تھی محفل نشیں سروِ قامت کے ساتھ

وہ حسن و جوانی وہ دورِ شباب
بیک برج تاباں مہ و آفتاب

وہ خلوت کا عالم زبس جاں نواز
وہ سرگرم ہنگامِ ناز و نیاز

دو منظورِ دل دادۂ یکدگر
پئے عشق آمادۂ یکدگر

شرابِ محبت سے سرشار ہو
مئے وصل سے مست یکبار ہو

چھپر کھٹ پہ آرام و راحت کے ساتھ
ہم آغوش تھے استراحت کے ساتھ

دکھایا اثر کچھ مئے ناب نے
کئی چشم بندی شکرِ خواب نے

لے فوج اپنی نوم اس شبستان میں
ہوئی خیمہ زن نرگستان میں

بصد عیش دو شمعِ محفل وہاں
ہوئے اپنے جلوے سے غافل وہاں

یہاں اس طرح مسندِ خوابگاہ
تھی پُر زیب از پیکرِ مہر و ماہ

ادھر چرخ نے از پئے انتقام
کئی تیغِ فرقت الم از نیام

کہ یعنی باوجِ فلک ماہتاب
درخشاں تھا اس شب بصد آب و تاب

تھا ایک جلوہ آرا بدورِ فلک
یہاں نور کا از سما تا سمک

وہ تابندگی میں در و دشت سب
تھے پُر نور جوں صحنِ گلگشت سب

اُس عالم میں ماں اُسکی زہرہ جبیں
جہاں بانو سرحلقۂ نازنیں

نہاں جس سے خلوت کا اسرار تھا
مخوف دل ماہ ہر بار تھا

خواصیں لئے اپنے ہمراہ چند
تفرج کے عالم سے تھی سربلند

ہوا میں بہر سمت کر سیر و گشت
اُسی رُخ پہ نکلی ہی کر بازگشت

نظر دور سے کر وہ عشرت سرا
کہا جا کے لڑکی کو دیکھوں ذرا

اُتر تخت سے سیر کرتی ہوئی
چلی باغ میں آئی پھرتی ہوئی

قضارا خواصیں سب اُس آنمیں
تھی خابیدہ یکسر اُس ایوان میں

پڑی خواب غفلت میں بے احتیاط
تھی ہر ماہ رو نقش روے بساط

وہ خلوت سرا کی اُسی سمت پر
ہوا اُس پہ یکایک گذر

جہاں جلوہ گر عالمِ نور تھا
فرشتہ وہ ہم خواب با حور تھا

وہ حیرت زدہ اُس گھڑی ہو گئی
ذرا دیکھنے کو کھڑی ہو گئی

تو کیا دیکھے حیرت کا طوفان ہی
بھرا جوشِ عشرت سے والان ہی

بچھی اُنکی مسند ہی زیب چمن
چراغوں سے معمور ہی انجمن

لگے آینے سو بسو رشک مہر
ہیں جلوے میں ہمتا سے روے سپہر

صراحی وہ ساغر مۓ ناب سے
ہی خنداں زبس عالم آب سے

مہیا سب عشرت کا ساماں ہے | قرینے سے مرغوب ایواں ہے
وہ پروردہ از عطر مسکن تمام | گلوں کے معطر ہوں جس جا مشام
چھپر کھٹ بچھا اُنکی ہے بے نظیر | رہے جس پہ صدقے ہو بدر منیر
جواں تس پہ سوتا ہے یک مہ جبیں | دبی اُسکی پہلو میں ہے نازنیں
دو مخمور جام محبت سے ہو | رہے ہیں بغل گیر عشرت سے ہو
کھنچا دونوں دلبر کے تصویر کا | مرقع ہے حسن جہاں گیر کا
بنی ہے عجب شکل اُس ماہ کی | ہے عنوان اُس عالم جاہ کی
سیہ مست آنکھیں ہیں مخمور خواب | پریشان زلفوں کے ہیں پیچ و تاب
کھلے ہیں وہ انگیا وہ کرتی کے بند | کف یار میں سیب ہے بے گزند
وہ نیفے کی ڈھلکی ہوئی چین ہے | نشاں خد پہ بوسے کا رنگین ہے
نزاکت سے ڈال اُسکی گردن میں ہاتھ | ہم آغوش ہے اُس سہی قد کے ساتھ
تماشا یہ اُس شمع فانوس کا | کہ تھا خانہ افروز ناموس کا
نظر کر اُس عالم میں زہرہ جبیں | شرر بار ہو زیر چرخ برین
کچھ یک پڑھ فسوں نوجوانکو اُٹھا | دیا پھینک تب اُس نے سوے ہوا
سر رو پہ اُس مہ کے غیرت کے ساتھ | دو ہتڑ لگا زور و قوت کے ساتھ

زمیں پر گرا تھا م زُلفِ سیاہ | لگی کہنے کیا رنگ ہی واہ واہ
اری فتنہ پرداز آتش فروز | بلا سے جہاں مشعل خانہ سوز
غضب کی ترے سر پہ پھٹکار ہی | خدا ہی کی آفت کی یہہ مار ہی
یہہ کیا تو نے پھیلایا یکسر دغل | لئے کس کو سوتی تھی زیر بغل
حیا چھوڑ عشرت سے سرگرم ہو | رہی ہی اس عالم میں بے شرم ہو
نہ آیا تجھے پاس ناموس و ننگ | ہوئی تیرے جینے سے اب میں بہ تنگ
تری موت کس بدسلوکی کے ساتھ | لکھی تھی ازل سے گویا میرے ہاتھ
جہاں تک بن آوے میں پیش آونگی | قسم ہی مزہ اسکا دکھلاونگی
یہہ کہہ کر طمانچوں سے منہہ اسکا لال | لئے پھول سے اس نے مجروح گال
اس عالم میں اس مہ کو بے گفتگو | کیا عالم عشق نے سرخ رو
خواصوں کی جب آئی نوبت وہاں | اٹھا جوش کھا بحرِ آفت وہاں
چلی اس طرح اُنپہ یک مار دھاڑ | کہے تو مصیبت کا ٹوٹا پہاڑ
ولے ہو کے آگاہ جادوے ہند | فرار اس گھڑی کر گئی سوے ہند
پھر اس بعد ماں اُسکی زہرہ جبیں | ہوا اس ماہ رخسار پر خشمگیں
اُسے اپنی نظروں سے تحقیر کر | زبس غرق دریاے تشویر کر

لیا

لئے ساتھ اپنے روا نہ ہوئی — بصد خشم وارد بخانہ ہوئی
کسی تنگ حجرے میں محبوس اُسے — کیا ہی باطوار معکوس اُسے
نہ مغموم وہ اُس مصیبت سے تھی — گرفتار غم قیدِ فرقت سے تھی
دکھایا ہی قسمت نے اُسکے یہ رنگ — کئی ہی فلک نے جہاں اُسپہ تنگ
جدائی کی آتش سے ہو سوختہ — تھی جوں شمع نت سینہ افروختہ
غرض دلمیں ہو جس کے اُلفت کی لاگ — دبی اُسکے باطن میں رہتی ہی آگ

دیا خود وہ یک صورتِ فرق ہی
دلِ پُر از پاسے تا فرق ہی

ہم از نشیب عشق باوجِ بلا رسید — ہم از فراز روی بحرِ عنا نہاد
با صد ہزار رنج و محن شد بساحلے — صحرا ہزار خار بجیب قبا نہاد

کسی شمع رو کے مجھے رو برو — پلا ساقیا بادۂ تند خو
ہوائی جو اُس سے نت ادراک ہو — رہے سایہ پر ذرا افلاک ہو
عجب سیر ہی عالمِ عشق کی — یہی کیفیت ہی غمِ عشق کی
ہی قطرہ یہاں جلوہ آموزِ ماہ — ہی خورشید شبنم کا آرام گاہ
بلندی یہاں کی ہی پستی مثال — ہی پستی کا عالم بلندی مآل

١

پری نے جو پھینکا اسے بر ہوا — چلا وہ ہوائی سا اڑتا ہوا
لکھوں کیا حقیقت میں اس ماہ کی — چراغ سر مسند جاہ کی
اسے جذبۂ عشق آتش نشاں — تھا بر اوج افلاک دامن کشاں
ز بس گرم پروازی سیماب کی — تھی ہمراہ اس جان بے تاب کی
اس عالم میں از پاے تا فرق آہ — بجا ہے لکھوں شعلۂ برق آہ
دکھا سیر آفاق گردوں پسند — کیا عشق نے اسکا رتبہ بلند
پری سر پہ ہر دم شب داج تھی — مصیبت کی حاصل معراج تھی
لے ہمراہ سب رنج و محنت کی فوج — کیا اس نے تسخیر ماتم کا اوج
رہے آہ و نالے سوار یکے ساتھ — تھا موکب رواں بے قرار یکے ساتھ
وہ طرفہ ہماے فلک رشک طیر — تھا جوں گوے خورشید نت گرم سیر
دگر بار کھا زخم چوگان چرخ — لڑکتا چلا ہے ز ایوان چرخ
نہ پوچھ اسکے عالم کا شان نزول — تھا یک نور مہ ہمقران نزول
گویا اوج گردون سے تارا عجیب — زمیں گیر تھا آشکارا عجیب
چڑھا ہے بلندی پہ محنت کے ساتھ — پھرا سوے پستی یک آفت کے ساتھ
غرض آن میں چرخ نے جانگداز — دکھائے ہیں طرفہ نشیب و فراز

گرا عاقبت بحرِ زخّار میں
کسی موج دریاے خونخوار میں

نہ دریا وہ یک غمکا گرداب تھا
بلا اور محبت کا غرقاب تھا

ہو صدمے سے جسکے دل قلزم آب
رہے بحرِ عماں ہو مشتِ سراب

ہر یک سہمگیں موج باصد شکوہ
حقیقت میں تھی فرقِ فرسا کوہ

وہ لطمے صدا خیز آفاتِ روح
تلاطم سے مرہوب طوفانِ نوح

نہنگوں کا تھا زہرۂ چرخ توت
تھا ماہی کا لقمہ سدا برج حوت

لکھوں بحر کا کیا میں انداز ژرف
کرے تیرگی جس کی ادراک حرف

عیاں موجِ آفت میں ہر یک حباب
تھا ہم کاسۂ چرخ بر روے آب

نہ دیکھا کسو نے اسے خشک لب
تھی پہنائی گویا محیطِ غضب

وہ شہزادہ ماہ سپہرِ شباب
ز سر تا قدم لمعۂ آفتاب

بلندی سے اقبال کی کر غروب
گیا مہر ساں بحرِ آفت میں ڈوب

اٹھا تس پہ دریا بصد اضطراب
لگا جی ٹپکنے بہر سو شتاب

کبھو تہ نشیں تھا وہ مثلِ صدف
کبھو اوج پیما تھا ہم شکلِ کف

کبھی سوے پستی گیے سوے اوج
تھی جاذب بہر سمت آفت کی موج

بنا ایک محنت کا دریا اسے
کیا عشق نے تہ و بالا اسے

تلاطم سے خونِ جگر آب ہو
رہا زورقِ دل کا گرداب ہو

اُٹھا سر پہ دریاے ماتم وہاں
ٹپکتا تھا ہر سمت ہر دم وہاں

ہوا زاری اُس باد کی قہر تھی
ہزار آفتِ جان یک لہر تھی

مصیبت کا دریا پڑا سر پہ ٹوٹ
کیا خستہ لطموں نے تن کوٹ کوٹ

اُٹھا جوشِ آفت کے طوفان کا
برسنے لگا قہر طغیان کا

نہنگِ بلا بحر آشام سخت
ہجوم اور اُس پر تھے ناکام سخت

ہوا رنج و محنت کی ہر حوت کا
مہیا وہ لقمہ زبس قوت کا

غرض ہر طرح بحرِ آفات میں
پھنسا ہی وہ دامِ مکافات میں

تھا جس طرح ہمدوش با گلعذار
ہوا اُس طرح بحر سے ہم کنار

عجب حالت اُس نازنیں کی رہی
تنِ ضعف و جانِ حزیں کی رہی

وہ سینے میں باقی برنگِ طلسم
رہی یک رمق خانہ آرائے جسم

اُس عالم میں بھی حسن شعلہ فگن
تھا جوں فرق دریا پہ کالے کا من

ہوا بھی جو لطمے سے سب تن کبود
کیا یم نے عالم پہ اُسکے سجود

وہ چہرے پہ زردی جو چھائی وہاں
شفق کا ہوا دل ہوائی وہاں

پریشاں وہ زلفِ سیہ فام ہو
رہے ماہی حسن کے دام ہو

گریباں تھوں سے دریا نے چاک — ہوئے پنجے مرجان کے زخم ناک
وہ مہکی ہے قلزم میں عنبر کی بو — دو بالا ہوئی اُس سے عنبر کی بو
گہر سے عقیق اُسکے پر دیکھہ سب — تحیّر سے تھی ہر صدف تشنہ لب
سراپا ملاحت سے تن پُرنمک — بنا دیدۂ بحر کا مردمک
غرض حُسن نے اُسکے دریا کی اوٹ — گیا ماہیوں کا جگر لوٹ پوٹ
اُٹھا اُسکے عالم سے بیتابیاں — رہیں اُسپہ صدقے ہو مرغابیاں
وہ لے ماہ سے تا بہ ماہی وہاں — دی خوبی کی سب نے گواہی وہاں
کھنچا آب پر حُسن کا یہہ طراز — خدا ہی کی قدرت کا طرفہ تھا راز
وہ دریا پہ برپا یک عالم رہا — کہ خو کردہ خجلت وہاں یم رہا
نمایاں وہ ہر سو تہ موج تھا — نہاں ابر میں گوہر اوج تھا
لے دامن میں دریا دُر شاہوار — لگا کرنے عالم پہ اُس کے نثار
تمنا تھی دیکھہ اُس گہر کا بناو — حباب اپنے آنکھوں کی بنوا دے ناو
غرض ہر طرح وہ مہ اوج حُسن — چمن زار نیلو فر موج حُسن
گئی روز تک تہ و بالا رہا — سراپا ہم آغوش دریا رہا
کہیں سے کہیں بحر فرسنگ تک — اُٹھا پھینکتا تھا اُسے یکبیک

پھر آخر کہیں باد بر روے آب ‏— لئے یاد پیما ہوئی ہی شتاب
گویا اُسکا قد رشکِ سروِ سہی ‏— تھا جوں مُردہ از روح خالی ہی
اُس عالم میں ساحل پہ لیجا اُسے ‏— بصد خشم دریا نے پھینکا اُسے
صدف وار ساحل وہ یکبا ہوا ‏— رہا مخرجِ دُرِّ شہوار ہوا
تھا محنت کشیدہ سراپا تمام ‏— تھے یخ بستہ سردی سے اعضا تمام
وہ برخاک افتادہ بے ہوش تھا ‏— رمق اُنکی باقی تھی مدہوش تھا
ہوا مہرِ افلاک پر جب بلند ‏— ذرا کھل گئے ہیں سب اعضا کے بند
اُٹھا جب وہاں سے وہ بیمارِ عشق ‏— بلا دیدۂ بحرِ خونخوارِ عشق
تو کیا دیکھے ہر سو بیابان ہی ‏— زمیں پُر زِ خارِ مُغیلان ہی
بہر سمت ہو درد و محنت میں فرد ‏— ہوا مثلِ آہو وہ صحرا نورد
ہوائے محبت میں دلدار کی ‏— اذیت اُٹھا ہر خس و خار کی
ہو ہم پیشہ یکبار مجنون کا ‏— ہوا زیبِ ہر دشت و ہاموں کا

با بخت شد و چار پس از محنت عظیم ‏— خوش ساعتے کہ رخت بجو عطا نہاد

پلا ساقیا بادۂ غمگسار ‏— کہ گل ہوویں تا دشتِ محنت کے خار
یہ طے ہی درد و غم کا بیابان ہو ‏— بیابان رشکِ گلستان ہو

سبب کی قدرت کا سب کھیل ہے
خرد کا وہاں نارسا میل ہے

ہے حکمت عظیم اُسکی نت ہر طرح
ہے پاس اُسکے یکسان قدح اور فرح

بھرے اُسکے دریا ہیں انوار سے
نہ کام اُسکا خالی ہے اسرار سے

یہہ سُن لیجیے ماجراے غریب
کہ ہے زیر پردہ حکایت عجیب

وہ سر حلقۂ نوجوانانِ عشق
زہے نو درختِ بیابانِ عشق

جو صحرا نوردی سے محزون تھا
طپیدہ جگر رشکِ مجنون تھا

گئی اُنکی مدت بہر دشت دشت
بہر سمت کرتا رہا باز گشت

پھر آخر کوئی دن نہ کوہسار
ہوا بخت و اقبال سے وہ دوچار

کہ یعنے تھا یک باغ وہاں بے بہا
چمن زارِ گردون ہو جس پر فدا

ارم جسکے ہو آستانے کی گرد
تھا چہرہ جہاں باغِ جنت کا زرد

مکیں اہلِ توقیر تھے یک وہاں
مسیحا نفس آفتابِ جہاں

چراغِ شبستانِ علم و حیا
نہ چرخ سر حلقۂ اولیا

کشایندۂ عقدۂ مشکلات
کلیدِ درِ بستۂ کاینات

سہی سرو گلزارِ اہلِ دلی
انیس و ندیمِ علیِ ولی

وہ ہم چہرۂ مہر دریا نظیر
تھے مشہورِ آفاق روشن ضمیر

ولایت میں تھے مالک مصر وہ | تھے حضرت سلیماں کے ہم عصر وہ
سلاطین جنات آفاق گیر | سبھی سربسر انکے فرماں پذیر
خجستہ لقا کا پدر بالخصوص | سدا در پہ ملتا تھا از رو خلوص
گئی نوبت اس نے وہاں بیشتر | یہی عرض گذرانا تھا سربسر
کہ درگلبۂ فدوی ناتوان | ہوئی خانہ زادی زبس نوجواں
جو قابل نگاہوں میں شہزادہ ہو | وہ پیوند اب حسب ارشاد ہو
یہہ سن آپنے اسکو فرمایا تھا | کہ اس بات کے بدلے کچھ غم نہ کھا
خدا جو پری اسکا بھجوا دیگا | گر اسکے قابل چلا آویگا
یہہ سن مژدہ ہر دم فرح یاب ہو | تھا نت منتظر چشم پرآب ہو
اس اثنا میں یکدن با فضال رب | ملک زادۂ ہند عالی نسب
طپیدہ جگر برہم انفاس ہو | ز سر تا قدم صورت یاس ہو

اسی سمت پہنچا ہے با صد نیاز
جہاں باب آہنیں تھے ہیں باز

از غم نجات یافت ہمایوں مزاج ما | چوں روے دل بخاک در اولیا نہاد

پلا ایک ای ساقی خوش خصال | عوض مے کے جاں پرور آب زلال

دکھا

دکھا سبزہ یک عین انعام کی ۔ طراوت ہر کسی بحر اکرام کی
ہر سو خدا ہی کے احسان کے ۔ ہیں چشمے رواں آب حیوان کے
جو دیکھے کوئی اُس طرف غور سے ۔ تو منہہ پھیر لیو مدام اور سے
وہ شہ زادہ رشک گل یاسمن ۔ ہوا وارد اُس دم بسوے چمن
جو دیکھا تو ہر سمت با فر و زیب ۔ گلستاں ہے سر سبز رضواں فریب
ہے عاشق بہار اپنی رعنائی کی ۔ ہے طرفہ روش جلوہ آرائی کی
زمین چمن ہے زمرد سرشت ۔ خراماں ہر سو نسیم بہشت
کھڑے سرو ہیں برلب جوئبار ۔ قیام انکے جلوے میں ہے آشکار
درختوں سے ہے نور طاعت نمود ۔ ہیں میووں سے پر شاخ سر در سجود
کھڑے ہیں نہالان نوخاستہ ۔ بہر سو صفوف انکے آراستہ
بچھا زیر پا سبزہ تر جانماز ۔ عبادت سے ہر نخل ہے سرفراز
نئی طرز ہے اُس چمن زار کی ۔ طراوت وہ چشم ابرار کی
ہر یک غنچہ سر در گریبان ہے ۔ بذکر خفی محو ہر آن ہے
وہ شاخ زمرد پہ جلوہ کناں ۔ گلوں کے ہیں جمہور اور اجل
کھڑی یک طرف نرگس نیکنام ۔ ہے اور ذکر سبحان من لاینام

بنفشہ مراقب میں نت پشت خم / مشاہد ہیں شبّو ہی ثابت قدم
وہ لالہ کے اصناف پر کیفیت / سدامت از ساغر معرفت
وہ سوسن سراپا ہی تسبیح گوے / نکلتی ہی سنبل سے عرفانکی بوے
نوا عندلیبونکی نکلے ہی مست / ہر سو ہی برپا صداے الست
وہ پروانۂ شعلۂ انجمن / بجاں آتش افروز روے چمن
نگاہوں سے ہر گل کی رعنائی دیکھ / چمن زار کی جلوہ آرائی دیکھ
سراسیمہ از عشق دلدار ہو / طلبگار بزم رخ یار ہو
ہر یک گل پہ از اشک شعلہ فشاں / چلا ہی بہر سمت دامن کشاں
نہالوں کا قد دیکھہ آتی تھی غش / چمن اسکی آنکھو نمیں تھا خارکش
کیا گل سے کہہ ماجراے دل تہی / کہیں رو دیا دیکھہ سرو سہی
نہ آئی نگاہ سے نہ مطلب کی بو / رہا ہی کہیں کا طلبگار ہو
کہ شاید کسی نوع در کوے باغ / ہو پیدا اس آرام جانکا سراغ
کہ اتنے میں طرفہ تجلّی کدہ / ہم انوار برج مہ چاردہ
ہوا اسکی آنکھوں میں تب جلوہ گر / گئی غور سے اس نے جب یک نظر
تو کیا دیکھے یک پیر ہیں وہاں کہیں / چراغ شبستان حق الیقین

عبادت میں تنہا تھا ہیں باصد خشوع ہی چہرے سے نورِ ولایت طلوع
وجودِ مقدس ز سر تا قدم تجلّی سے معمور ہے دم بدم
عجب نور کی چہرہ آرائی ہے قیافے سے ظاہر مسیحائی ہے
سماں دیکھہ طرفہ یہہ اسرار کا لگا دل اُدھر اُس گرفتار کا
تب اُس خضر طلعت کی جا روبرو جھکا ہے بہ تسلیم وُہ مو بمو
نظر اُس پہ کر پیرِ عالی نسب مخاطب ہوئے اِسطرح کھول لب
ای عشاقِ ماہِ پرستاں بیا یہہ سنتے ہی اُس نے وہیں رو دیا
ہوئی بات یہہ دل میں رونق پذیر کہ ہیں مہرساں آپ روشن ضمیر
اُس عالم میں ہم شکل سیماب ہو گرا جا کے قدموں پہ بے تاب ہو
تب وُہ مشعلِ بارگاہِ کرم طرف اُسکی دیکھہ از نگاہِ کرم
لگے کہنے قدموں سے اب سر اُٹھا ترے دل کا بر لاوے حق مدعا
نہ آزردہ خاطر ہو ای عندلیب شگفتہ ہوا وصل کا گل عجیب
یہہ سن مژدۂ وصل باصد نوید ہوا ہی طلوع آفتابِ امید
وُہیں دستگیرِ جہاں حق شناس اُٹھا بے سر و پا کو از خاکِ یاس
بغل گیر از غایتِ جوش ہو رہے مرہمِ جانِ مدہوش ہو

سر و تن سے پھر اُسکے دھلوا غبار | عطا خلعت حسن کر ایکبار
خجستہ لقا کے پدر کو بلا | دے ہاتھ اُسکے ہاتھوں میں داماد کا
مبارک سلامت سے دلشاد کر | امانت یہہ بھجوائی ہی اُسکے گھر
پدر اُس پری کا بصد آرزو | اسے دیکھ ہم شکل مہ ہو بہو
اُٹھا بوجھہ آنکھوں پہ فرمان کا | ہوا شیفتہ حسن انسان کا
پرستان میں اڑ گئی ہی یہہ دہوم | ہوئے جلوہ گر تہنیت کے رسوم
خجستہ لقا کو ہوئی یہہ خبر | کہ آیا ہی خاطب کوئی اب ادھر
رہی پہلے جینے سے نومید ہو | لگی کانپنے ہجر سے بند ہو
پھر آخر کئی محرموں نے اُسے | کہا دیکھ جا ہمدموں نے اُسے
کہ آیا ہی سرمایۂ جاں وہی | وہی باغ دل کا ہی سرو سہی
یہہ سن مژدہ با وجہ معقول وہ | گئی عیش عشرت سے تب پھول دون
ہوا دور دل سے غبار ملال | ہوئی ہی شب ہجر صبح وصال
پرستاں میں برپا ہو راگ و رنگ | لگے بجنے ہر سمت عشرت کے چنگ
لگا ہونے تیار اسباب عیش | ہوئے بار عالم میں ابواب عیش
دہیں شگنیوں نے سن وہ حال گن | مقرر کیا کامرانی کا دن

از فضلِ کردگار رہا یوں مزاجِ جنت — درِ گلشنِ مناکحت دلربا نہاد

پلا ساقیا بادۂ بے نظیر — کہ انوارِ عشرت ہیں آفاق گیر

ہر سمت از عالم کدخدا — رواں مطربوں کی ہے طرفہ صدا

وہ ابواب شادی کے مفتوح ہیں — طراوت وہ عالم روح ہیں

زبس ہے طرب کا سماں انتخاب — نہ دیکھا ہو چشمِ فلک نے بخواب

وہ تیاریٔ عیش وہ انتظام — نیا کارخانہ نیا اہتمام

ہر سو وہ پُرجوش عشرت کی دھوم — نوادرِ فرح بخش ہر یک ہجوم

وہ معمور ہر محفل از فرّ و زیب — طرب گاہ ایوان جنّت فریب

بہارِ فرح رونق ہر چمن — گلِ حسن غارت گرِ انجمن

وہ خشاش و بشّاش عالم تمام — وہ آمادۂ عیش ہر خاص و عام

وہ سرگرم ہنگامۂ خرّمی — جہاں تا جہاں عالم بے غمی

نیا عیش ہر سمت رونق پذیر — وہ لبریز جام فرح بے نظیر

نئی نت وہ عشرت پرستانیاں — فزوں شادکامی گلستانیاں

بڑی جاہ سے جب وہ آئی ہے رات — وہ نکلی ہے دولہے گھر سے برات

برآمد محل سے ہو وہ رشکِ ماہ — چڑھا آکے گھوڑے پہ با عز و جاہ

سن آوازِ دنکو نکی با احتشام ۔ سلامی کی توپیں ہوئیں سب تمام
گئی ہے صدا تا بگوشِ فلک ۔ اُٹھا گنبدِ چرخ یکسر دھمک
پڑی اُسکی آمد کی ہر سمت دھوم ۔ ہوا مجتمع سر بسر یک ہجوم
سوارونکا غث اژدہامِ سپاہ ۔ وہ خلقت کی کثرت سے مسدود راہ
بہر سمت لاکھوں تماشائی تھے ۔ کھڑے کیفیت کے تماشائی تھے
نظارے کے عالم میں چھوٹا بڑا ۔ بہر سمت کوٹھے پہ اپنے کھڑا
وہ بازاریوں نے سرِ راستہ ۔ کئے ہیں دکانیں آراستہ
لے دولھے کے گھر تا بدار العروس ۔ سواری کا قایم تھا طرفہ جلوس
وہ فیلوں کی دلکش جلو داریاں ۔ وہ ساطع مرصّع کی عمّاریاں
مسلّح سواروںکے غث جا بجا ۔ مغرّق جواہر میں ہر بادیا
کہیں پالکی اور کہیں نالکی ۔ بنی پینسیں سب زر و مال کی
کہارونکی سب کرتیاں زرنگار ۔ بدھیں تاس کی پگڑیاں پیچ دار
وہ ہاتھی کے ہت رتھ بنے بیشمار ۔ تھے سونے کے گویا رواں کوہسار
سپاہونکی کثرت پیادونکی فوج ۔ رواں بحرِ عشرت کی ہر سمت موج
نوادر وہ باجونکی ہر طرف غل ۔ صدا شادیانونکی دلچسپ گل

وہ شاہا

وہ شاہانہ ہاتھی پہ نوبت دھری ۔ وہ آواز ہر اک عشرت بھری
وہ شہنا نوازوں نے دانائی سے ۔ کیا مست عالم کو شہنائی سے
تلنگوں کی آواز آفاق گیر ۔ ہر یک دِل صدائے سنگھ کا اسیر
کڑکنا وہ تاسوں کا باصد خروش ۔ گرجنا وہ ڈنکوں کا از فرطِ جوش
تُرہی اور کرنے و بانکے تمام ۔ دمِ عیش بھرتے تھے با اِحتشام
وہ آوازِ زیل اور آوازِ بوق ۔ دو بالا ہو جس سے ہر یک دل میں شوق
سوا اُسکے باجے طلسمات کے ۔ لگے بجنے ہر قسم و ہر ذات کے
سن آواز طرفہ وہ دورِ سپہر ۔ تھانا دمِ زنوبت گہہ ماہ و مہر
تمامی کے تختے رواں صد ہزار ۔ لگی ناچنے اُس پہ ہر گلعذار
اُس عالم میں دِل جسپ اُنکی ادا ۔ وہ طبلوں کی مرغوب اونچی صدا
لگی اُنکی آواز نے دلمیں راہ ۔ وہ گانا کہ شادی مبارک شہا
وہ لیتا تھا ہر تال میں دل رُباب ۔ تھا طرفہ سماں راگ کا ہم رکاب
نوادر وہ دُولہا سوارِ سمند ۔ ہوا حُسن کا اُس سے رُتبہ بلند
تھرکنا وہ گھوڑے کا آئین سے ۔ بڑھانا قدم جاہ و تمکین سے
وہ موتی کا سہرا ثریا فریب ۔ جواہر کی مالا سے گردن کو زیب

زبس خلعتِ خسروی زیب تن
وہ بازو نشیں بے بہا نو رتن

وہ لٹکن کی خوبی وہ کلغی کا نور
فدا جس کے جلوے پہ ہو لشور

پیادے لئے مورچھل اپنے ہاتھ
رواں ہم رکاب اس تجمل کے ساتھ

نقیبوں کی اور چوبداروں کی صف
مرصع کے عصے نوادر بکف

وہ رنگین چمن باغچے چار سو
ارم نے نہ دیکھا یہ جلوہ کبھو

وہ ماہی مراتب کا طرفہ سماں
نوادر ہر یک تھی تہ آسماں

وہ ابرک کے فانوس مینا کے جھاڑ
طلسمات کے جلوہ گر سب پہاڑ

وہ کوتل سمندانِ طاؤس زیب
سراپا ہیبت ملائک فریب

وہ رنگیں کنول اور رنگیں درخت
طلسمِ جہاں گیر بالائے تخت

انار و نکادغا پٹاخوں کے ساتھ
گلے ماہ مہتابیاں دیکھ ہاتھ

بنے قلعے ہر سمت باروت کے
جگر جس سے سوزاں ہوں ہاروت کے

چمن آتشیں ہر گھڑی گل فشاں
کہ دودِ سحر ہو جہاں گم نشاں

وہ پٹاخے یکسر تجلی سے پر
خجالت دہ پنجۂ ماہ و خور

وہ تختہ بہ تختہ چراغاں سب
درخشاں وہ فانوسِ رخشاں لب

زبس مشعلوں کی نوادر بہار
زمیں تا فلک سربسر نور بار

سیاہی گئی شب کی گمنام ہو — رہا روز نا دم ترا ز شام ہو
ہر سو تجلی سے معمور تھا — جدھر دیکھئے عالم نور تھا
نہ یہہ نور کا کس نے دیکھا سماں — بزیر پریخانہ آسماں
براتی رواں جوق در جوق سب — کشاں بر زمیں دامن شوق سب
وہ دلہن کے گھر تک اسی جاہ سے — وہ آیا ہی دولہ سر راہ سے
لکھوں اس طرف کا میں کیا انتظام — مہیا تھا اسباب عشرت تمام
وہ ہمدوش ایوان خیام رفیع — مطلا بانواع نقش بدیع
تمامی کے پردے لگے زر سرشت — تجلی سے معمور مثل بہشت
بچھی ایک مسند بصد فر و زیب — درخشاں بسان قمر دلفریب
زمیں لخلخے نور افزاے فرش — کواکب سے لامع بالاے فرش
وہ بلور کے جھاڑ برپا تمام — خجل عالم نور سے جسکا نام
وہ مینا کے پردوں کی طرفہ بہار — لگی موم کی بتیاں نور بار
امیروں وزیروں کا ہر سو ہجوم — نوادر وہ محفل نوادر وہ دھوم
اس عالم میں بہر قدوم شرف — کھڑا ہونا انکا وہاں صف بصف
وہ دولے کا مسند پہ اعزاز سے — وہ آ بیٹھنا حشمت و ناز سے

رفیقوں کا ہونا صف آرا وہاں — بٹھانا انھیں با مدارا وہاں
وہ قاضی کی آمد و تعظیم شرع — منور وہ چہرہ با نوار ورع
وہ پوشاک و دستار دل چسپ و نغز — وہ جامہ گلے جس میں تھے پاٹ مغز
وہ دولہے کے آ بیٹھنا متصل — وہ لکھنا لگا عینک اسدم سجل
پڑھانا وہ صیغہ بلفظ صریح — وہ الحان موزوں تلفظ فصیح
وہ دے عطر پان اور خلعت انھیں — وہ کرنا بتعظیم رخصت انھیں
طوایف کا آ اٹھنا وہ بعد از نکاح — سماں راگ کا مصدر عیش و راح
لکھوں کیفیت کیا میں اس انکی — ہی مشہور محفل پرستان کی
کہیں ناچ اور راگ کا یہہ سماں — کسو نے نہ دیکھا تہ آسماں
وہ ارباب عشرت وہ اہل نشاط — تھے رقصاں بفرخندگی بر بساط
وہ طبلوں کی آواز راحت فزا — وہ گانے کے عالم کا طرفہ مزا
طنبوروں کے سر اپنے انداز سے — بھرے شادکامی کی آواز سے
صدائے طرب خیز سارنگیاں — لگیں کرنے دل کی رفع تنگیاں
وہ ایمن کی لہریں وہ آہنگ بین — کریں جس کے عالم پہ غش نکتہ چین
وہ زہرہ جبینوں کی رامشگری — دکھانا وہ ہر دم کمال پری

جتانا نوادر وہ اپنا ہنر — تھی ہر ادا دل نشیں سر بسر

وہ حسن ایک آفت وہ قامت بلا — وہ ٹھوکر سے کرنا قیامت بپا

دکھانا کرشمے اٹھا اپنے ہاتھ — الٹنا دوپٹہ اداؤں کے ساتھ

کنارونکی ہر سمت طرفہ بہار — وہ ہر لہر پشواز کی شعلہ زار

دکھانا کبھو فن وہ سنگیت کا — کبھو پر ملا میں جتانا ادا

کوئی ماہ پارہ قیامت فروش — چلی آئی غارت گر عقل و ہوش

کرشمے دکھا اپنے با صد طرب — کیا اُس نے محفل میں طرفہ غضب

اداؤں سے اُسکی ہر یک آنمیں — ہوئی حشر برپا پرستان میں

سماں راگ اور ناچ کا بے نظیر — تھا اُس بزم عشرت میں رونق پذیر

محفل کی لکھوں کسطرح کیفیت — نئے ہر خیالوں سے تھی انسیت

تھا انواع عشرت سے ہر دلکو لاگ — وہ طرفہ فرح بخش رسم سہاگ

شکر ریز نوٹنے سلونے سے لب — وہ مصری کی ڈلیاں سخن پر طرب

بھرے گالیوں سے سہانے وہ بول — ہر یک اپنے عالم میں یکتا ٹھٹھول

پری سمند جنوں کی وہ آمد کی دھوم — وہ پیش آنا سب کا بزراہ رسوم

وہ پھولونکے ہار اور چھڑیونکی مار — وہ عالم ہنسی کا برنگ بہار

اُڑے قہقہے اور پڑی سب میں غل   وہ جوبن میں بیٹھی ہیں رانگ کُل

غرض ہیں یہ باتیں تعشق کے ساتھ
نہ دل کو ہی تاب اس تعلق کے ساتھ

ان ہر دو دست کرد حمایل بگردنش   این درکنار دولت بے انتہا نہاد

پلا ساقیا بادۂ خوشگوار   نشہ جسکا دکھلاوے طرز بہار

نئی کیفیت عشرت انگیز ہی   بہار بشاشت طرب خیز ہی

ہر یک برج مطلع ہی امّید کا   لگا ہی گلن ماہ و خورشید کا

ہی معمور اوقات سکھ چین سے   مرافق قران دو سعدین سے

حقیقت لکھوں کیا میں اُس آنکی   جو نوبت بڑھی عطر اور پانکی

محل سے یہہ پیغام آیا نہاں   کہ دولھے کی ہی انتظاری یہاں

یہہ سنتے ہی نوشہ بصد عز و جاہ   ہوا مہر ساں سایہ بر برج ماہ

محل میں درآمد ہوا اُس آنمیں   چلا بلبل آسا گلستان میں

علم دیکھہ خورشید قامت وہاں   ہوئی ایک برپا قیامت وہاں

خرامش پہ اُس مہ کی ہر ہر قدم   لگی ہونے صدقے بہار ارم

کیا اُس کے قامت نے برپا نشور   تجلی نے دکھلایا اپنا ظہور

پڑی اُسکی آمد کی ہر سمت دھوم
کیا سب زلیخا وشوں نے ہجوم

ہر یک شمع رو اُس پہ پروانی ہو
لگی کہنے تب دل میں دیوانی ہو

کہ یارب یہہ رشک پری جان ہی
ملک ہی دیا کو ہی غلمان ہی

غرض مہوشیں جوق در جوق سب
زشوخی اُس عالم میں باشوق سب

نثار اُس پہ کر جان برنگ بہار
لگیں کرنے قدموں پہ لاکھوں نثار

اُسے چھیڑ اُس دم قرینے سے سب
لگیں کھل کھلانے ہر یک غنچہ لب

تو پھر شکلوں مہوشوں نے وہاں
کئی لاکھہ تو نوں سے شیریں زباں

ہی کیفیت سے چمن در چمن
شکر ریز آفاق تھا انجمن

رہا یہہ سماں حجلۂ حور تک
یہہ پہنچا ہی اُس چشمۂ نور تک

ہوئے ہر دو معشوق یکجا وہاں
ہوئی شادکامی دو بالا وہاں

اُس عالم میں وہ شمع اعجاز حسن
سراپا تھی یک رایت افراز حسن

وہ قامت کی خوبی وہ چہرے کا نور
وہ سہرے کے پھولوں کا طرفہ ظہور

وہ مہندی سے گلگوں کف دست و پا
جہاں خون عاشق ہو صرف حنا

وہ عطر سہاگ اور پھولوں کی بو
سواد ختن تھا ہر یک تار مو

بسنتی وہ جوڑے سے قامت کو زیب
عروسی وہ گہنا قیامت فریب

وہ ہر بال موتی پروئے ہوئے | تھے پریوں جہاں ہوش کھوئے ہوئے
لکھوں کیا بیاں جلوہ آرائی کا | دو شمشاد قامت کی رعنائی کا
ہم ہر دو ہم شعلۂ طور تھے | بآفاق نورٌ علیٰ نور تھے
جہاں تک کہ تھیں حسن کی خوبیاں | سر آمد ہوئیں اُنپہ محبوبیاں
دکھاتا وہ مصحف اُنھیں حسبِ حال | وہ یوسف وہ مریم کی سورت رنگال
وہ آیت سلیمان و بلقیس کی | محبت کے عالم نے تدریس کی
وہ دو صورتیں اُنکی گلزار سی | لگی دیکھنے دنگ ہو آرسی
دو جانب درخشاں وہ نور شہود | خدا ہی کی قدرت کا تھا ایک نمود
حقیقت میں دونوں وہ یک نور تھے | تجلی سے وحدت کی معمور تھے
غرض ہو کے فارغ ز نوعِ رسوم | گیا ہو کے تفریق یکسر ہجوم
ہوئی بزم غیروں سے اُس دم تہی | اُس عالم میں وہ ہر دو سرو سہی
ہو سیراب از جویبارِ وصال | لپکنے لگے از خمارِ وصال
جہاں تک اُنھیں عیش منظور تھا | نہ اُس بزمِ امکاں سے دور تھا
ہوئی صرفِ عشرت وہ شب اُس طرح | تھا معمور دورِ طرب جس طرح
دبیرِ سحر نے بخطِ شعاع | لکھا میمنت نامہ با ارتفاع
ع

دونوں خواب عشرت سے بیدار ہو
تبسم سے گل رنگ یکبار ہو

گئے سد حمام فرحت کے ساتھ
نہا دھو کے نکلے ہیں عشرت کے ساتھ

غرض ایک چلہ شب و روز وے
بیک برج تھے جلوہ افروز وے

جہاں تک کہ منظور تھا صبح و شام
پیا عیش و عشرت کا دونوں نے جام

اُس عالم کریا دجا دوے ہند
سراسر وہ منقاد جادو ہند

شراب محبت سے سرشار ہو
رہے اُس کے دایم طلبگار ہو

دیا قاصدوں کو اُسیدم جواب
دے صورت و سیرت کا اُسکے جواب

روانہ کیا ہی اُنھیں سو بسو
ملاقی ہوا اُسسے بصد جست وجو

وہاں تک اُسے جاہ و تکریم سے
وے لے یکبار تعظیم سے

ہو دیدار سے اُسکے بس فرحیاب
رہے شادماں ہو مہ و آفتاب

ہوا دل کو جب شاہزادے کے چین
اُٹھا جوش کھاتب غم والدین

کئی دن کی رخصت لے پھر شاہ سے
بڑی دھوم سے اور بڑی جاہ سے

روانہ ہوا اُسدم مہ و مہر افوج
چلے ساتھ لے اُن احتشام و فوج

در چشم والدین ہمایوں مزاج باز
ہم سرمۂ جواہر و ہم توتیا نہاد

پلا واپسیں ساقیا یک قدح — کہ ہی نوبت انتہائے فرح
کہی ایکے پیر نے کہانی یہہ طرح — یہہ پیتا ہوں اب آخری جام مے
جب ایسی ریاست کے جا غفور بے کا — کیئے اُس نے استاد خیبے عجیب
ہوئی یہہ خبر سب میں افشا وہاں — ہوا شور و غل ایک برپا وہاں
کئی عرض شہ سے یہہ سب نے نوید — کہ طالع ہوا آفتاب امید
یہہ سُن اُس گھڑی شاہ روشن قیاس — لگا کہنے یکبار ہو گم حواس
عزیزو نہ وہ بخت یاور ہیں آج — کہ مجھ سے ملے وہ ہمایوں مزاج
ہوئی ایک مدت نہ اب آس ہے — لگا ہوں تلے ظلمت یاس ہے
یہہ شاید کہ آیا ہے دشمن کوئی — یہہ افواہ اُس نے اڑائی نئی
یہہ ہے اس بہانے سے ہو ملک گیر — اُسے بے لڑے دے چکا میں سریر
نہیں اُس جاہ و حشمت سے دلتنگ ہوں — نہ منظور ہے عازم جنگ ہوں
دگر یہ کہاں وہ مددگار بخت — کہاں ہم کہاں وارث تاج و تخت
یہہ دھوکا ہے یا خواب یا ہے خیال — ہوا اُسکے ملنے کی صورت محال
مکرر تقرر جو پایا یہہ قول — ہوا دل سے گم ناامیدی کا ہول
تو بس اُسگھڑی شاہ خورسند ہو — بصد دل نہایت فرح مند ہو

وہیں پیش قدمی کر عشرت کے ساتھ — گیا ہی سواری و نوبت کے ساتھ
جو دیکھا پسر نے کہ آیا ہی باپ — چلا پا پیادہ وہ ملنے کو آپ
سواری سے شہ نے کیا تب نزول — وہ دیکھ اپنے کعبے کو تب ذی عقول
گرا جا کے قدموں پہ بے اختیار — اٹھا سر قدم سے تب وہ شہریار
دلوں کے سرشکوں سے سب داغ دھو — ملا ایک ساعت بغل گیر ہو
ملے اسطرح وے تلطف کے ساتھ — ملے جیسے یعقوب یوسف کے ساتھ
ملے ہیں ہم ایکدل ایک تن — خوشی کے ہوئے ہیں شگفتہ چمن
گئے عیش و عشرت سے یکبار پھول — مطالب ہوئے سربسر سب حصول
لے نذریں امیروں وزیروں نے وہ — ملا ہی صغیروں کبیروں سے وہ
پھر اس بعد با عز و اجلال شاہ — ہوئے رونق افزا سوئے خیمہ گاہ
ہوئی ہی قدمبوس وہ نازنیں — محبت سے تب چوم اسکی جبیں
بٹھایا ہی مسند پہ اسکو قریب — جھکا سر حیا سے وہ بیٹھی عجب
وہ خاصہ تناول کر یکبار شاہ — برآمد ہوا ہی بصد فر و جاہ
رہی پھر سواری وہ تیار ہو — چلے شاہ و شہزاد اسوار ہو
زنانی سواری چلی اسکے بعد — لگے بجنے باجے سبھی مثل رعد

ہوا اور لڑکے کو شاہ جہاں — لئے ساتھ آیا محل تک وہاں
سواری سے شہزادہ اُسدم اُتر — لگا دیکھنے اُس طرف کر نظر
تو کیا دیکھے ہی آستانے یہاں — کھڑی منتظر بہر آرام جاں
یہ جانا کہ مسعود ہوئے بدل — گرے اُسکے قدموں پہ وہ سر کے بل
نہ پایا تو اُن پہ تب ماں نے گرد — لیا انکو نوبت جگر سے لگا
گئے داغ سینے سے تب دور ہو — رہی بسطرح شاد و مسرور ہو
بہو کو سواری سے اُسدم اُتار — ہوئی ساس صدقے بجاں انکیار
نئے سر سے برپا ہوا راگ و رنگ — خوشی کے لگے بجنے ہر سمت چنگ
غرض شاہ نے پھر اُسی جاہ سے — اُسی حشمت و صولت و جاہ سے
کیا ہی نئے سر سے دونوں کا بیاہ — چڑھا ہی دگر بار گھوڑے پہ ماہ
عروسی کی مسند کا دکھلا جلوس — ہوئی ہی خجستہ لقا تو عروس
وُہ سہرا جو دیکھا ہی تب بھر نظر — ہوا تازہ تر باپ ماں کا جگر
دلوں کے برائے ہیں ارمان سب — رہے شاد و خورم ہو ہر آن سب
وہی عالم عیش برپا رہا — سدا شادمانی کا چرچا رہا
ہوئے ہیں وے سب شادماں جسطرح — بر آویں مراد جہاں اسطرح

رہے شاد نواب عالی ہمم ۔ سلامت رہے نت یہہ جاہ و حشم
ہمیشہ در آفاق زیر نجوم ۔ رہے اسکے گھر عیش و عشرت کی دھوم
الٰہی مراد اسکی بر لا تمام ۔ بحق محمد علیہ السلام
رہوں اسکے سائے میں میں شاد حال ۔ سلامت وہ سایہ رہے بے زوال

این مثنوی بحضرت نواب نامدار
آورده خاکسار علی گدا نهاد

پلا بادہ ای ساقی نیک نام ۔ کیا تو نے احسان اپنا تمام
کہاں تک ہو ہر جام کا حق شناس ۔ کروں لب گہر ریز شکر و سپاس
ہر یک مو زبان گر مری جا ہو ۔ ادا ایک سر مو نہ احسان ہو
نشے میں تیرے می کے ای خوش خصال ۔ کئی میں نے پوری یہہ نقل خیال
شب و روز رکھہ دھیان مضمون کا ۔ کیا میں نے شربت سدا خون کا
وہی جانیں جو اہل انصاف ہوں ۔ سدا مو شگاف و شعر باف ہوں
نہ باید بشوخی سر افراختن ۔ بیاید بحرف زر گران ساختن
اگرچہ نہ از ناظم دہلوی ۔ فصاحت میں افصح ہی یہہ مثنوی
یہ ممدوح میرزا دہ کشورستان ۔ کہ اسم علا جسکا ہی غوث خان

قدردانِ شعر و سخن ہی سدا — رہے جانِ آصف ہو جس پر فدا
سخن پرور و نامدارِ گزیں — نہ ایسا ہوا ہی نہ ہوگا کہیں
اُسی موجِ بحرِ کرم کے لئے — فلک جاہ عالی ہِمم کے لئے
لکھی مثنوی میں نے محنت کے ساتھ — ہوئی ہی یہہ پوری مشقت کے ساتھ
یہ جب تک نہو نذر میری قبول — کہیں ناتمام اسکو اہلِ عقول
اگر یک نگہ اُس پہ گذرے کہیں — تو ہو مثنوی قابلِ آفریں
غرض ہر سخن اندازو جمیل — ہی محنت کی میرے نمایاں دلیل
میں اس اہلِ کوکن استادہوں — سدا کوہ کن مثلِ فرہاد ہوں
لئی میں نے خارِ تراشی یہاں — ہر یک بات میں مغز پاشی یہاں
خراب اور خستہ رہا جان سے — تب ایسے ہی نکلے گہر کان سے
نہیں مثنوی بلکہ جادو ہی یہہ — خراماں ختن کی یک آہو ہی یہہ
ہی مضموں نیا اور حکایت نئی — یہاں سحر نے کی حمایت نئی
بہارِ سخن ہی چمن در چمن — کرے جسکے عالم پہ غش انجمن
بہہ کوکن میں سرخوش ہی گلزارِ ہند — کریں اسکی چاہت خریدارِ ہند
مجازا اس حکایت کی انداز ہی — حقیقت میں یک گوہرِ راز ہی

یہہ طرفہ کنایات سرشار ہیں ۔ کہانی نہیں بلکہ اسرار ہیں

پئے نذرِ نوّاب جم اقتدار ۔ کشیدم بسلک این دُرِ شاہوار

قبولش کند گر بالطاف خویش ۔ شود نرخ مو ہوشش از قدر بیش

زہے نامہ رشک بہار چمن ۔ بنامِ تو موسوم در انجمن

زمن یادگار جہاں بردم ست ۔ سخن مختصر تحفۂ اعظم ست

کنوں بہرِ تاریخ این مثنوی ۔ کہ [illegible] معدنِ پہلوی

بسے سنگ [illegible] ۔ [illegible] اشتم

شد آورده آگہ بگوشش مراد ۔ [illegible] گفت منظورِ نوّاب باد

سنہ ۱۲۶۱

یہہ تاریخ اردو میں رنگیں ہی

[illegible]

[illegible]

میں محمد حسین کہنے ،،

بنا گلدستہ [illegible] دلخواہ ۔ کہا ہر یک نے [illegible] دیکھہ وہ واہ

تب آیا جوشِ دل سے بر زباں زود ۔ یہہ لاثانی ہوئی ہے مثنوی واہ

سنہ ۱۲۶۲

[illegible]

گرد [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کرده شده [illegible]

مقبول [illegible]